جواس کے رسول کی نہیں کی گئیں۔اور وہ عظمت اس کو دی جائے جو اس کے رسول کو نہیں دی گئی۔

اور اگر یہ کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُمتی کر کے کہاں پکارا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی وہ حدیث دیکھو جس میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ موجود ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ منکم کے خطاب کے مخاطب اُمتی لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے دنیا کے اخیر تک ہوتے رہیں گے۔اب ظاہر ہے کہ جب مخاطب صرف اُمّتی لوگ ہیں اور یہ اُمّتیوں کو خوشخبری دی گئی کہ ابن مریم جو آنیوالا ہے وہ تم میں سے ہی ہوگا اور تم میں سے ہی پیدا ہوگا تو دوسرے لفظوں میں اس فقرے کے یہی معنے ہوئے کہ وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ فقط اُمتی لوگوں میں سے ایک شخص ہوگا۔ ﴿۲۹۲﴾

اب سوچنا چاہئے کہ اس سے بڑھ کر اس بات کے لئے اور کیا قرینہ ہوگا کہ ابن مریم سے اس جگہ وہ نبی مراد نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی کیونکہ نبوّت ایک عطاء غیر مجذوذ ہے اور نبی کا اس عطا سے محروم و بے نصیب کیا جانا ہرگز جائز نہیں اور اگر فرض کر لیں کہ وہ نبی ہونے کی حالت میں ہی آئیں گے اور بحیثیت نبوّت نزول فرمائیں گے تو ختم نبوت اس کا مانع ہے۔سو یہ قرینہ ایک بڑا بھاری قرینہ ہے بشرطیکہ کسی کے دل و دماغ میں خداداد تقویٰ وفہم موجود ہو۔

میرے دوست **مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب** اپنے ایک خط میں مجھے لکھتے ہیں کہ اگر آپ کا مثیل موعود ہونا مان لیا جائے تو پھر بخاری و مسلم و دیگر صحاح نکمی و بے کار ہو جائیں گی اور ایک سخت تفرقہ اُمہات مسائل دین میں پڑے گا۔سو اوّل میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ میرے دوست وہی مولوی صاحب ہیں کہ جو اپنے اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ساتؔ میں امکانی طور پر اس عاجز کا **مثیل مسیح اور پھر موعود بھی ہونا** تسلیم کر چکے ہیں۔کیونکہ براہین احمدیہ میں جسؔ کا مولوی صاحب نے ریویو لکھا ہے ان دونوں دعووں کا ذکر ہے یعنی اس عاجز نے براہین میں صاف اور صریح طور پر لکھا ہے کہ یہ عاجز مثیل مسیح ہے اور نیز موعود بھی ہے۔جس کے آنے کا وعدہ قرآن شریف اور حدیث میں روحانی طور پر دیا گیا ہے۔ ﴿۲۹۳﴾

ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جُز کُل میں داخل ہوتی ہے لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرائیلؑ کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح اُمّتی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اُس پر اُس وحی کا اتباع فرض ہوگا جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہوگی جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے اور جب کہ وہ اپنی ہی وحی کا متبع ہوا اور جو نئی کتاب اس پر نازل ہوگی اُسی کی اُس نے پیروی کی تو پھر وہ اُمّتی کیوں کر کہلائے گا۔ اور اگر یہ کہو کہ جو احکام اُس پر نازل ہوں گے وہ احکام قرآنیہ کے مخالف نہیں ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ محض اس توارد کی وجہ سے وہ اُمّتی نہیں ٹھہر سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ بہت سا حصہ توریت کا قرآن کریم سے بکلّی مطابق ہے تو کیا نعوذ باللہ اس توارد کی وجہ سے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کی اُمّت میں سے شمار کئے جائیں گے۔ توارد اور چیز ہے اور محکوم بن کر تابعدار ہو جانا اور چیز ہے۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرائیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور ﴿۵۷۶﴾
جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے۔ تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے ﴿۵۷۷﴾
گا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تُو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل اُن پر نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ بکلّی مسلوب النبوت ہو کر اُمتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چُپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مُہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت

يقال زيد يصلّى والحال ان بعض صلٰوته ماض وبعضها باق فجعلوا الصلٰوة الواقعة فى الأنات الكثيرة المتعاقبة واقعة فى الحال و تعيين مقدار الحال مفوض الى العرف بحسب الا فعال ولايتعين له مقدار مخصوص فانه يقال زيد ياكل ويمشى ويحج ويكتب القرآن ويعد كل ذٰلك حالا ولا شك فى اختلاف مقادير ازمنتها ۔ اورالسید السند ایسی ہی تدقیقات کی نسبت حواشی مطول میں تحریر فرماتے ہیں۔ والحق انها مناقشات واهية لان هذه التعريفات بيّنات يفهم اهل اللّغة منها ومن تلك العبارات ماهو المقصود بها ولايخطر ببالهم شىء مماذكروا أما التدقيق فيها فيستفاد من علوم اخر يلاحظ فيها جانب المعنى دون القواعد اللفظية المبنية على الظواهر انتهٰى موضع الحاجة ۔ ﴿۱۱۷﴾

بحث طرز دیگر بابت مرجع ضمیر قبل موتہٖ

اگر ضمیر قبل موتہٖ کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف رجوع کر کر وہ معنے لئے جاویں جو مولوی صاحب لیتے ہیں تو ایک اور فساد لازم آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق حضرت عیسیٰؑ نبوت سے معزول و عاری اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو کر آویں گے اور سب کو یہ دعوت کریں گے کہ اسلام لا کر حضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جاؤ۔ مگر یہاں پر عکس القضیہ ہوا جاتا ہے۔ حضرت خاتم النبیین پر ایمان لانے کا تو کچھ ذکر نہ ہوا اور ایک شخص امتی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا گیا۔ لیکن کسی امتی پر ایمان لانے کے کوئی عمدہ معنے قابل التفات نہیں معلوم ہوتے۔ اور اگر کہو کہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا مستلزم ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے تو یہ گذارش ہے کہ سلمنا۔ لیکن یہ ایمان ضمن میں ایمان بعیسٰی کے بالتبع حاصل ہوا نہ بالاصل جو مقصود اصلی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پس مقصود اصلی کو ترک کرنا اور غیر مقصود کو اختیار کرنا جس سے طرح طرح کے توہمات ختم نبوت میں پیدا ہوتے ہیں کیا ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو بہ تاکید تمام حکم ہوا ہے۔ اور ان سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

﴿۱۱۶﴾ علیہ وسلم (روحی فداہ) شہید و گواہ ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعالٰی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا [1] واخرج احمد والبخاری والترمذی والنسائی وغیرھم عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یدعی نوح یوم القیامۃ فیقال لہ ھل بلغت فیقول نعم فیدعی قومہ فیقال لھم ھل بلغکم فیقولون ما اتانا من نذیر و ما اتانا من احد فیقال لنوح من یشھد لک فیقول محمد و امتہ ذٰلک قولہ یعنی ھٰذہ الایۃ فیشھدون لہ بالبلاغ و اشھد علیکم پس اب دریافت کیا جاتا ہے کہ ضمیر علیھم کا مرجع بھی اہل کتاب جو ایمان لے آویں گے اور اسلام میں داخل ہو کر ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جاویں گے تو بالضرور ان کے شہید و گواہ بجز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عیسٰیؑ کیونکر ہو سکتے ہیں حضرت عیسٰیؑ کا غایت درجہ تو یہ ہے کہ اپنی امت کے شہید ہوں فرمایا اللہ تعالٰی نے كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ [2] اور اگر کہو کہ یہ منصب جو ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ بعد نزول حضرت عیسٰیؑ کے حضرت عیسٰیؑ کو مل جاوے گا۔ تو نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ ختم نبوت نہیں ہوا واللازم باطل فالملزوم مثلہ اور اگر کہو کہ مرجع ضمیر علیھم کا وہ اہل کتاب ہیں جن کا ذکر یہاں سے ایک کوس بھر کے فاصلہ پر ہوا ہے تو یہ استفسار ہے کہ اس قدر بعید مرجع کا ماننا کس کا مذہب ہے فرّاء کا یا سیبویہ کا۔ بینوا توجروا۔

بحث نحوی بابت زمانہ حال

یہ جو بعض کتب نحو میں لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے۔ اور اسی بنا پر مولوی صاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمیں فرمائیں اول استقبال قریب و دوم استقبال بعید۔ اگرچہ مطلب ہمارا اسی سے حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب جس کو استقبال قریب کہتے ہیں ہم اس کو حال کہیں گے صرف ایک نزاع لفظی رہ گئی مگر علاوہ اس کے یہ گذارش ہے کہ یہ ایک تدقیق متکلمین کی ہے۔ ہم کو کیا ضرورت ہے کہ ایسی تدقیق جو بالکل خلاف عرف اہل عربیت کے ہے اس پر اڑ جاویں دیکھو مطول اور اس کے ہوامش میں لکھا ہے وھذا یعنی الزمان الحال امر عرفی کما

[1] البقرۃ: ۱۴۴ [2] المائدۃ: ۱۱۸

يقال زيد يصلّى والحال ان بعض صلٰوته ماض وبعضها باق فجعلوا الصلٰوة الواقعة فى الأنات الكثيرة المتعاقبة واقعة فى الحال و تعيين مقدار الحال مفوض الى العرف بحسب الا فعال ولايتعين له مقدار مخصوص فانه يقال زيد ياكل ويمشى ويحج ويكتب القرآن ويعدكل ذٰلک حالا ولا شک فى اختلاف مقادير ازمنتها ۔اورالسید السندایسی ہی تدقیقات کی نسبت حواشی مطول میں تحریر فرماتے ہیں۔والحق انها مناقشات واهية لان هذه التعريفات بيّنات يفهم اهل اللّغة منها ومن تلک العبارات ماهو المقصود بها ولايخطر ببالهم شيء مماذكروا أما التدقيق فيها فيستفاد من علوم اخر يلاحظ فيها جانب المعنى دون القواعد اللفظية المبنية على الظواهر انتهٰى موضع الحاجة ۔ ﴿۱۱۷﴾

بحث طرز دیگر بابت مرجع ضمیر قبل موتہٖ

اگرضمیر قبل موتہٖ کی حضرت عیسٰیؑ کی طرف رجوع کرکر وہ معنے لئے جاویں جومولوی صاحب لیتے ہیں تو ایک اورفساد لازم آتا ہے اوروہ یہ ہے کہ بالاتفاق حضرت عیسٰیؑ نبوت سے معزول وعاری اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوکرآویں گے اورسب کو یہ دعوت کریں گے کہ اسلام لاکرحضرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہوجاؤ۔مگر یہاں پرعکس القضیہ ہواجاتا ہے۔حضرت خاتم النبین پرایمان لانے کا تو کچھ ذکر نہ ہوااورایک شخص امتی پرایمان لانے کا ذکرفرمایا گیا۔لیکن کسی امتیؐ پر ایمان لانے کےکوئی عمدہ معنے قابل التفات نہیں معلوم ہوتے۔اوراگرکہوکہ حضرت عیسٰیؑ پرایمان لانا مستلزم ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پرایمان لانے کے واسطے تو یہ گذارش ہے کہ سلمنا۔لیکن یہ ایمان ضمن میں ایمان بعیسٰی کے بالتبع حاصل ہوا نہ بالاصل جومقصود اصلی اللہ تعالیٰ کا ہے۔پس مقصود اصلی کوترک کرنا اورغیرمقصودکواختیار کرنا جس سے طرح طرح کے توہمات ختم نبوت میں پیدا ہوتے ہیں کیا ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاءکو بہ تاکید تمام حکم ہوا ہے۔ اوران سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

مـن السماء . مبتلاة بـأمـراض لا بـمـرض واحـد يـخالف بيّنات القرآن،
بیماریاں لگی ہوئی ہیں قرآن کی بینات کا مخالف ہے
ويـكذّب أمر ختم الـنبوة، ويبـايـن مـحـاورات الـقوم، ويخالف الآثار التى
ختم نبوت کے امر کی تکذیب کرتا ہے اور قوم عرب کے محاورات کے مغائر پڑا ہے اور ان احادیث کے
صرحت فيها موت المسيح. فتَفكّروا أيها الناس إن كنتم من المتفكرين.
برعکس ہے جن میں حضرت عیسیٰ کی موت کی تصریح ہے پس اے لوگو فکر کرو اگر فکر کر سکتے ہو۔

وأما الشق الثانى أعنى محاربات المسيح الموعود بعد النـزول، كما
اور دوسرا شق یعنی یہ کہ مسیح موعود اترنے کے بعد لڑائیاں کرے گا جیسا کہ بعض
هـو زعم بعض الناس الذى ما كان إلا كالغبى الجهول، فهو ليس مذهبنا، بل
جہال کا خیال ہے پس یہ ہمارا مذہب نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہ خیال باطل اور فضول
عـنـدنـا هو خيال باطل لا يصلح للقبول، وبعيد عن الحق واليقين وداخلٌ فى
ہے جو لائق قبول نہیں اور حق اور یقین سے بعید ہے اور اس کے باطل کرنے کے لئے وہ
نـمـط الـفضول. وكفى لبطلانه الحديثُ الذى موجود فى البخارى. أعنىَ ﴿۵۲﴾
حدیث کافی ہے جو صحیح بخاری میں لکھی ہے یعنی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یضع الحرب
يـضـع الحربَ، يعنى لا يقاتل المسيحُ الموعود ولا يحارب، بل يفعل كل
جس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود کفار سے نہیں لڑے گا اور نہ جنگ کرے گا بلکہ جو کچھ کرے
مـا يـفـعل بالنظر والهمة، ويجعل اللّٰهُ فى نظره تأثيرات عجيبة، وفى أنفاسه
گا اپنی نظر اور ہمت سے کرے گا اور خدا اس کی نظر میں عجیب عجیب تاثیرات رکھ دے گا
بـركـات غـريبة، ويـجـعل فى فهمه وعقله قوة السيف والسنان، ويعطى له
اور اس کے فہم اور عقل کو تلوار اور نیزہ کی قوت دے گا اور اس کو دلائل سے بھرا ہوا
بيـانـا مـمـلُـوًّا مـن البـرهـان، وحـجـجًا قاطعة لِعُذُرات أهل الطغيان. فهذه
بیان عطا کرے گا اور ایسی حجتیں اس کو سکھلائے گا جو اہل طغیان کا قطع عذرات کریں پس

پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قراءت ولا محدّث کی یادنہیں رہی۔ پھر یہ کیسی بیہودہ ﴿۳﴾
نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اے نادانوں! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی
میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنی
مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ
ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور
مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ و لکل ان یصطلح سو خدا
کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔

ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے
مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ
سے یاد کرے۔ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں رَسُولُ رَسُولِ اللّٰہ آیا ہے۔ عرب
کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا
لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ[1] بھی
یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے۔ اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ کہ میرے
کافر ٹھہرانے کیلئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔ بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور
نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں
پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کیلئے
آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے
سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم
نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے

[1] یٰسٓ: ۱۵

﴿۴﴾ نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کیلئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور۔ کیا یہ عقیدہ ہے کہ تمہارا فرضی مسیح وحی سے بکلی بے نصیب ہو کر آئے گا؟ توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر کیوں دلیری ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور قرآن کو **خاتم الکتب** تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔

اے مفتری لوگو! میں نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ میں نے کسی عقیدہ صحیحہ کے برخلاف نہیں کہا۔ پر اگر تم خود نہ سمجھو تو میں کیا کروں۔ تم تو قائل ہو کہ جزئی فضیلت ایک ادنیٰ شہید کو ایک بڑے نبی پر ہوسکتی ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا۔ مگر یہ کفر نہیں یہ خدا کی نعمت کا شکر ہے۔ تم خدا کے اسرار کو نہیں جانتے اس لئے کفر سمجھتے ہو۔ اس کو کیا کہو گے جو کہہ گیا **ھو افضل من بعض الانبیاء** اگر میں تمہاری نظر میں کافر ہوں تو بس ایسا ہی کافر جیسا کہ ابن مریم یہودی فقیہوں کی نظر میں کافر تھا۔ میرے پاس خدا کے فضل کی اس سے بھی بڑھ کر باتیں ہیں مگر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ خوب یاد رکھو کہ مجھ کو کافر کہنا **آسان** نہیں۔ تم نے ایک بھاری بوجھ سر پر اٹھایا ہے اور تم سے ان سب باتوں کا جواب پوچھا جائے گا!!

اے بدقسمت لوگو! تم کہاں گرے کونسی چھپی ہوئی بداعمالیاں تھیں جو تمہیں پیش آ گئیں۔ اگر تم میں ایک ذرہ بھی نیکی ہوتی تو خدا تمہیں ضائع نہ کرتا ابھی کچھ تھوڑا وقت ہے اور بہت سا ثواب کھو چکے ہو باز آ جاؤ۔ کیا خدا سے اس بیوقوف کی طرح لڑائی کرو گے جو زور آور کے آگے سے نہیں ہٹ جاتا یہاں تک کہ مار سے پیسا جاتا اور کچلا جاتا ہے اور آخر ہڈیاں چور ہو کر اور مردہ سا بن کر زمین پر گر پڑتا ہے۔ یہودیوں نے لڑائی سے کیا لیا اور تم کیا لو گے؟ **ھٰذا و بعد الموت نحن نخاصم** ۔ بہت کچھ صوفیوں نے بھی انسانی کمالات

لہٰذا میں نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہا کہ آپ اس کو اپنی ذمہ واری میں لیں اور آزادانہ طور سے اس سے پوچھیں ۱۴/اگست کو مسٹر لیمار چنڈ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کو بھیجا کہ وہ عبدالحمید کو سی ایم ایس کوارٹر انارکلی میں جا کر حفاظت کی جگہ سے یہاں لے آوے۔ اس کو محمد بخش سیدھا مسٹر لیمار چنڈ کے پاس گاڑی میں لے گیا۔ اوّل الذکر شخص اس وقت پہلے سے کسی کام میں مصروف تھا اور کچھ عرصہ کے لئے اس کو جلال الدین انسپکٹر کے سپرد کیا۔ مؤخر الذکر نے کھلے میدان میں محمد بخش و دیگر اشخاص کی موجودگی میں اس سے پوچھا کچھ دیر کے بعد انسپکٹر مذکور نے مسٹر لیمار چنڈ کے پاس آکر بیان کیا کہ وہ لڑکا اپنے سابقہ بیان پر قائم ہے اور کچھ ایزاد نہیں کرتا اور وہ انارکلی واپس جانے کو چاہتا ہے۔ انسپکٹر مذکور نے مسٹر لیمار چنڈ کو اطلاع دی کہ اس کو واپس بھیج دیں۔ موخر الذکر نے اس امر کو اپنا فرض سمجھا کہ جو کچھ نوجوان بیان کرے لکھ لیا جائے اس لئے اس کو بلا بھیجا۔ انہوں نے بیان کے دو تختے کم وبیش اسی شہادت کے مطابق لکھے جو سابق میں عدالت کے سامنے دی گئی تھی کہ ناگہاں نوجوان زار زار رونے لگا اور مسٹر لیمار چنڈ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ میں اس مقدمہ میں عبدالرحیم اور وارث الدین اور پریمداس ملازمان مشن کی سازش سے جن کی تحویل میں وہ رہا برابر جھوٹ بولتا رہا۔ وہ کئی روز تک پہرے میں رکھا گیا۔ وہ سخت مصیبت میں گرفتار رہا اور فی الحقیقت اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اس نے مسٹر لیمار چنڈ کے سامنے پورا پورا بیان کر دیا۔ لیمار چنڈ صاحب نے شہادت میں بیان کیا کہ اس کے خیال میں جس طرز سے یہ دوسرا بیان ہوا ہے اس سے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس نے نوجوان کو نہ تو دھمکایا اور نہ اسے کوئی معافی کا وعدہ دیا۔ نوجوان کی صورتِ حال اور وضع قطع سے ﴿۲۵۴﴾

بقیہ حاشیہ

میں مقید تھے اور ایک ایسے فرضی دجال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جن کے ماننے سے نئے سرے اس شرک کی بنیاد پڑتی ہے جس کی قرآن شریف بیخ کنی کر چکا ہے اور مسئلہ ختم نبوت بھی ہاتھ سے جاتا ہے سو خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا تا میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں چنانچہ میں نے سب کچھ بتا دیا۔ اور ﴿۲۵۴﴾ نیز میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر

اور تواتر شہادت سے کمال درجہ کے یقین تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جن کا نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا ہے یہ نبی ہیں اور نیز شہزادہ ہیں۔ اس ملک میں کوئی ہندوؤں کا لقب ان کا مشہور نہیں ہے جیسے راجہ یا اوتار یا رِکھی وُمنی وسِدّہ وغیرہ بلکہ بالاتفاق سب نبی کہتے ہیں اور نبی کا لفظ اہل اسلام اور اسرائیلیوں میں ایک مشترک لفظ ہے۔ اور جبکہ اسلام میں کوئی نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آیا اور نہ آ سکتا تھا اس لئے کشمیر کے عام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ نبی اسلام کے پہلے کا ہے۔ ہاں اس نتیجہ تک وہ اب تک نہیں پہنچے کہ جبکہ نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا تو بالضرور یہی متعیّن ہوا کہ وہ اسرائیلی نبی ہے کیونکہ کسی تیسری زبان نے کبھی اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔ بلا شبہ اس اشتراک کا صرف دو زبانوں اور دو قوموں میں تخصیص ہونا لازمی ہے☆۔ مگر بوجہ ختمِ نبوت اسلامی قوم اس سے باہر نکل گئی۔ لہٰذا صفائی سے یہ بات طے ہوگئی کہ یہ نبی اسرائیلی نبی ہے۔ پھر اس کے بعد

﴿۱۷﴾ تواتر تاریخی سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھاتا ہے اور زیرک دلوں کو زور کے ساتھ اس طرف لے آتا ہے کہ یہ نبی

بقیہ حاشیہ

ملکوں میں آ گئے تھے۔ سو اسی غرض کی تکمیل کے لئے وہ اس ملک میں تشریف لائے۔

ڈاکٹر برنیر صاحب فرانسیسی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ کئی انگریز محققوں نے اس رائے کو

﴿۱۷﴾ بڑے زور کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ کشمیر کے مسلمان باشندے دراصل اسرائیلی ہیں جو تفرقہ کے وقتوں میں اس ملک میں آئے تھے۔ اور اُن کے کتابی چہرے اور لمبے کُرتے اور بعض رسوم اس بات کے

﴿۱۶﴾ ☆ نوٹ: نبی کا لفظ صرف دو زبانوں سے مخصوص ہے اور دنیا کی کسی اور زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا یعنی ایک تو عبرانی میں یہ لفظ نبی آتا ہے اور دوسری عربی میں۔ اس کے سوا تمام دنیا کی اور زبانیں اس لفظ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ لہٰذا یہ لفظ جو یوز آسف پر بولا گیا کتبہ کی طرح گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص یا اسرائیلی نبی ہے یا اسلامی نبی مگر ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آ سکتا لہٰذا متعیّن ہوا کہ یہ اسرائیلی نبی ہے۔ اب جو مدت بتلائی گئی ہے اُس پر غور کر کے قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہی شہزادہ کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ منہ

نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پُرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوصِ صریحہ قرآن کو عمدًا چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلۂ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شانِ نبوت باقی ہے اُس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔ افسوس یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ مسلم اور بخاری میں فقرہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ صاف موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدّر کا ہے یعنی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حَکم عدل ہو کر آئے گا تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہو سکتا تھا کہ پھر ختم نبوت کیونکر رہے گا۔ اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک اُمتی ہوگا اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا۔☆ چنانچہ مسیح کے مقابل پر جو مہدی کا آنا لکھا ہے اس میں بھی یہ اشارات موجود ہیں کہ مہدی بروز کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مورد ہوگا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کا خلق میرے خلق کی طرح ہوگا اور یہ حدیث کہ لَامَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف کرتی ہے کہ وہ آنے والا ذوالبروزین ہوگا اور دونوں شانیں مہدویت اور مسیحیت کی اُس میں جمع ہوں گی یعنی اس وجہ سے کہ اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اثر کرے گی مہدی کہلائے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہدی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿۱۴۷﴾

☆ نوٹ: اگر حدیث میں یہ مقصود ہوتا کہ عیسٰی باوجود نبی ہونے کے پھر اُمتی بن جائے گا تو حدیث کے لفظ یوں ہونے چاہیے تھے۔ اِمَامُکُمُ الَّذِیْ یَصِیْرُ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَ نُبُوَّتِہٖ یعنی تمہارا امام جو نبوت کے بعد میری اُمت میں سے ہو جائے گا۔ منہ

كنت السواد لناظری. فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت. فعلیک کنت احاذر

یعنی اے میرے پیارے نبی! تُو تو میری آنکھوں کی پتلی تھی اور میرے دیدوں کا نور تھا۔ پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہوگیا اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے۔ کوئی مرے مجھے تو تیرا ہی غم تھا۔ دیکھو عشق محبت اسے کہتے ہیں جب صحابہ کو معلوم ہوگیا کہ وہ نبی افضل الانبیاء جن کی زندگی کی اشد ضرورت تھی عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوگئے تو وہ اس کلمہ سے سخت بیزار ہوگئے کہ آنحضرت تو مر جائیں مگر کسی دوسرے کو زندہ رسول کہا جائے۔ افسوس ہے آج کل کے مسلمانوں پر کہ پادریوں کے ہاتھ سے اس بحث میں سخت ذلیل بھی ہوتے ہیں اور لاجواب اور کھسیانے ہوکر بحث کو ترک بھی کر دیتے ہیں مگر اس عقیدہ سے باز نہیں آتے کہ زندہ رسول فقط عیسیٰ علیہ السلام ہے جو آسمان کے تخت پر بیٹھا ہوا دوبارہ آنے سے محمدی ختم نبوت کو داغ لگانا چاہتا ہے۔ افسوس کہ یہ علماء اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ حضرت سید الرسل و سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مردہ رسول قرار دینا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک زندہ رسول ماننا اِس میں جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہتک ہے اور یہی وہ جھوٹا عقیدہ ہے جس کی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہو چکے ہیں اور اصطباغ لئے ہوئے گرجاؤں میں بیٹھے ہوئے ہیں مگر پھر بھی یہ لوگ اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آتے بلکہ میری مخالفت کی وجہ سے اور بھی اِس میں اصرار کرتے اور حد سے بڑھتے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض نابکار مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسیٰ مسیح ﴿۶﴾
سے نسبت ہی کیا ہے وہ تو از قسم ملائکہ تھا نہ انسان۔ اور صاف اور صریح اور روشن دلائل حضرت مسیح کی موت پر پیش کئے گئے ان کو میرے بغض سے مانتے نہیں اور اُن کی اُس ہندو کی مثال ہے کہ ایک ایسے موقع پر جہاں صرف مسلمان رہتے تھے سخت بھوکا اور قریب الموت ہوگیا مگر مسلمانوں کے کھانے جو نہایت نفیس اور لذیذ موجود تھے جن کو اُس ہندو کے کبھی باپ دادے نے

چڑھنے کا قرآن شریف کے بیان سے مخالف ہے ایسا ہی اُن کے آسمان سے اُترنے کا عقیدہ بھی قرآن کے بیان سے منافات کلی رکھتا ہے کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي [1] اور آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [2] میں حضرت عیسیٰ کو مار چکا ہے۔ ایسا ہی آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ [3] اور آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [4] میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر پینتالیس برس تک اُن پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ کہ اُن کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ ہیں۔ چنانچہ نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے ۴۳۲ صفحہ میں یہی لکھا ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے کہ گویا حضرت عیسیٰ امتی بن کر آئیں گے بلکہ وہ بدستور نبی ہوں گے اور اُن پر وحی نبوت نازل ہوگی اور ظاہر ہے کہ جبکہ وہ اپنی نبوت پر قائم رہے اور وحی نبوت بھی پینتالیس برس تک نازل ہوتی رہی تو پھر بخاری کی یہ حدیث کہ امامکم منکم کیونکر اُن پر صادق آئے گی اور یہ خیال کہ امام سے مراد اس جگہ مہدی ہے اوّل تو سیاق سباق کلام کا اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ حدیث مسیح موعود کے حق میں ہے اور اسی کی اِس حدیث کے سر پر تعریف ہے۔ ماسوا اس کے بقول علماءِ مخالفین مہدی تو صرف چند سال رہ کر مر جائے گا اور پھر عیسیٰ پینتالیس سال برابر دنیا میں رہے گا حالانکہ وہ نہ اُمتی ہے ﴿۵۲﴾
اور نہ قرآنی وحی کا پیرو ہے بلکہ اُس پر آپ وحی نبوت نازل ہوتی ہے۔ سو سوچو اور فکر کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنا دین میں کچھ تھوڑا فساد نہیں ڈالتا بلکہ تمام اسلام کو زیروزبر کرتا ہے اور کس قدر ظلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود بخود آسمان پر چڑھانا اور خود بخود آسمان سے اُتارنا

[1] المائدۃ: ۱۱۸ [2] اٰل عمران: ۱۴۵ [3] المائدۃ: ۴ [4] الاحزاب: ۴۱

حالانکہ قرآن نہ اُن کے آسمان پر چڑھنے کا مصدق ہے اور نہ اُن کے اُترنے کو جائز رکھنے والا کیونکہ قرآن تو عیسیٰ کو مار کر زمین میں دفن کرتا ہے۔ پھر حضرت مسیح کا زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر چڑھانا قرآن سے کیونکر ثابت ہو سکے۔ کیا مُردے آسمان پر چڑھیں گے۔ پس قرآن کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھانا یہ صریح قرآن شریف کی تکذیب ہے۔ ایسا ہی پھر ان کو نبوت اور وحی نبوت کے ساتھ زمین پر اُتارنا یہ بھی صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے۔ کیونکہ موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے تو پھر افسوس ہزار افسوس کہ اس لغو حرکت سے کیا فائدہ ہوا کہ محض اپنی حکومت سے حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھایا اور پھر اپنے ہی خیال سے کسی وقت اُترنا بھی مان لیا۔ اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اُتریں گے اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لے کر اُن پر نازل ہوتا رہے گا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا؟ اور آنحضرت کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا؟ بعض مسلمانوں میں سے تنگ آ کر اور ہر ایک پہلو سے لاجواب ہو کر یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی مسیح کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے یہ سب بیہودہ لافیں ہیں قرآن نے کہاں لکھا ہے کہ کوئی مسیح بھی دنیا میں آئے گا اور پھر کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ نری فضولی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے۔ حدیثوں کی صدہا باتیں سچی نہیں ہوئیں تو پھر کیونکر یقین کریں کہ کسی مسیح کا آنا کوئی حق بات ہے بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے ایک ادنیٰ سی بات ہاتھ میں لے کر اپنی طرف لوگوں کو رجوع دینا چاہتے ہیں حالانکہ اُن کی زندگی اچھی نہیں ہے۔ مکر، فریب، جھوٹ، دغابازی، تکبر، بدزبانی، شہوت پرستی، حرام خوری، عہد شکنی، خودستائی، ریاکاری، فاسقانہ زندگی اُن کا طریق ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم مسیح ہیں ایسے مسیحوں سے فلاں فلاں شخص ہزار درجہ بہتر ہیں جن کی زندگی پاک اور جن کا کام مکر اور فریب اور جھوٹ اور ریا اور حرام خوری نہیں دل اور زبان اور معاملہ کے صاف ہیں کوئی متکبرانہ دعویٰ نہیں کرتے حالانکہ وہ ایسے شخص سے بدرجہا بہتر اور صحیح طور پر خدا کا الہام پاتے ہیں کئی پیشگوئیاں اُن کی ہم نے بچشم خود پوری ہوتے دیکھیں مگر اس شخص کی ایک بھی

نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اُس موعود کو حسن کی اولاد بنایا اور کبھی حسین کی اور کبھی عباس کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا، اس کے نام کا وارث، اس کے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث، اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھائے گا۔ پس جیسا کہ ظلی طور پر اُس کا نام لے گا، اُس کا خلق لے گا، اُس کا علم لے گا ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی — من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد زیں — من دیگرم تو دیگری

لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مُہر توڑنے کے کیونکر دنیا میں آ سکتے ہیں۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مُہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۶﴾

﴿۴﴾ جس زمانہ میں ان مولویوں اور اُن کے چیلوں نے میرے پر تکذیب اور بدزبانی کے حملے شروع کئے اُس زمانہ میں میری بیعت میں ایک آدمی بھی نہیں تھا۔گو چند دوست جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے میرے ساتھ تھے۔ اور اِس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے ستر ہزار کے

بقیہ حاشیہ

ٹھہرایا ہے اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پُورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو اس لئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلّیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلّی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھ دی تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدائے حکیم علیم نے وضع دنیا دوری رکھی ہے یعنی بعض نفوس بعض کے مشابہ ہوتے ہیں نیک نیکوں کے مشابہ اور بد بدوں کے مشابہ مگر با ایں ہمہ یہ امر مخفی ہوتا ہے اور زور شور سے ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رَجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ اُمت مرحومہ دُوسری اُمتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اُس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے اُس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یوسف، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس اُمت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب کے آخر مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے اُن کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا چنانچہ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فرماتا ہے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ[1] پس یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ اس اُمت کے بعض افراد کو گذشتہ نبیوں کا کمال دیا جائے گا اور نیز یہ کہ گذشتہ کفار کی عادات بھی بعض منکروں کو دی جائیں گی اور بڑی شد و مد سے

[1] الفاتحۃ: ۶، ۷

بھی منسوخ نہیں ہوئیں اور اس قدر انقلاب سے پھر بھی ختم نبوت میں حرج نہیں آئے گا۔ اس زمانہ میں جو تیرہ سَو برس عہد نبوت کو گزر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر تہتر فرقوں پر پھیل گیا۔ سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ دلائل کے ساتھ دلوں پر فتح پاوے نہ تلوار کے ساتھ اور صلیبی عقیدہ کو واقعی اور سچے ثبوت کے ساتھ توڑ دے نہ یہ کہ اُن صلیبوں کو توڑتا پھرے جو چاندی یا سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں ☆ ہر یک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو پھر تلوار یا بندوق کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا جو صرف تلوار کے سہارے سے پھیل سکتا ہے نہ کسی اور طریق سے اگر «۶۹» تم ایسے جہاد سے باز نہیں آ سکتے اور اس پر غصہ میں آ کر راستبازوں کا نام بھی دجّال اور ملحد

حاشیہ ☆ بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی موت طبعی سے بمقام سری نگر کشمیر مر گیا اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے؟ پس سنو! اے نادانو مَیں اِس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی اور ان کا شکر کرنا ہمیں اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے ملک میں۔ یہ خدا کی طرف سے حکمت تھی کہ مجھے اس «۶۹» ملک میں پیدا کیا پس کیا میں خدا کی حکمت کی کسر شان کروں اور جیسا کہ قرآن شریف کی آیت وَ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ[1] میں اللہ تعالیٰ یہ بات ہمیں سمجھاتا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ہم نے عیسیٰ مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دے کر اس کو اور اس کی ماں کو ایک ایسے اونچے ٹیلے پر جگہ دی تھی کہ وہ آرام کی جگہ تھی اور اس میں چشمے جاری تھے یعنی سری نگر کشمیر۔ اسی طرح خدا نے مجھے اس گورنمنٹ کے اونچے ٹیلے پر جہاں مفسدین کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے اور اس ملک میں سچے علوم کے چشمے جاری ہیں اور مفسدوں کے حملوں سے امن اور قرار ہے پھر کیا واجب نہ تھا کہ ہم اس گورنمنٹ کے احسانات کا شکر کرتے۔ منہ

[1] المؤمنون:۵۱

کے عقیدوں سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے بدل متنفّر اور بیزار رہو اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع نفرت رکھیں کہ یہ دوسرے مخالفوں کی نسبت زیادہ بربادشدہ فرقہ ہے☆ اور چاہیئے کہ نہ وہ مولوی محمد حسین کے گروہ کی طرح حدیث کے بارہ میں افراط کی طرف جھکیں اور نہ عبداللہ کی طرح تفریط کی طرف مائل ہوں بلکہ اِس بارہ میں وسط کا طریق اپنا مذہب سمجھ لیں یعنی نہ تو ایسے طور سے بکلّی حدیثوں کو اپنا قبلہ و کعبہ قرار دیں جس سے قرآن متروک اور مہجور کی طرح ہو جائے اور نہ ایسے طور سے اُن حدیثوں کو معطل اور لغو قرار دیدیں جن سے احادیث نبویہ بکلّی ضائع ہو جائیں۔ ایسا ہی چاہیئے کہ نہ تو ختمِ نبوت آنحضرت صلعم کا انکار کریں اور نہ ختم نبوت کے یہ معنے سمجھ لیں جس سے اِس امّت پر مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا دروازہ بند ہو جاوے۔ اور یاد رہے کہ ہمارا یہ **ایمان** ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحبِ شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمتِ وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوت شریعت والی یا نبوّت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے ولا سبیل الیھا الٰی یوم القیٰمۃ ومن قال انی لست من امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وادعی انہ نبی صاحب الشریعۃ اومن دون الشریعۃ ولیس من الامّۃ فمثلہ کمثل رجل غمرہ السیلُ المنھمر فالقاہ وراء ہ ولم یغادر حتّی مات۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اُسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رُو سے اُن صلحاء کے حق میں **باپ** کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے۔

☆ اسی رات میں ایک الہام ہوا بوقت ۳ بجے ۲ منٹ اوپر اور وہ یہ ہے مَن أَعرض عن ذکری نبتلیہ بذریّۃ فاسقۃٍ ملحدۃٍ یمیلون إلی الدّنیا ولا یعبد وننی شیئًا۔ جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی۔ وہ دنیا پر گریں گے اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا یعنی ایسی اولاد کا انجام بد ہوگا اور توبہ اور تقویٰ نصیب نہیں ہوگا۔ منہ

ذکرُ نُبذٍ من عقائدنا

اندکے ذکر دربارۂ عقائد ما

إنّا مسلمون ..نؤمن بكتاب الله الفرقان .ونؤمن بأن سيدنا
مامسلمانیم بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان می آریم و ایمان مے آریم کہ سیدنا

محمدًا نبيُّه ورسوله، وأنه جاء بخير الأديان .ونؤمن بأنه خاتم الأنبياء
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین او بہتر ادیان است۔ و ایمان می آریم کہ او خاتم الانبیا است

لا نبي بعده، إلّا الذي رُبِّيَ مِن فيضه وأظهرَه وعدُه .ولله مكالمات و
بعد او ہیچ پیغمبرے نیست۔ مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد و موافق وعدہ او ظاہر شد۔ و خدا را مکالمات و

مخاطبات مع أوليائه في هذه الأمة، وإنهم يُعطَون صبغةَ الأنبياء وليسوا
مخاطبات است با ولیائے خود دریں امت۔ و ایشان را رنگ انبیاء دادہ مے شود۔ و درحقیقت

نبيّين في الحقيقة، فإن القرآن أكملَ وَطَرَ الشريعة، ولا يُعطَون إلّا فَهْمَ القرآن، ولا ﴿۶۷﴾
انبیاء نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔ و دادہ نمی شوند مگر فہم قرآن و نہ

يزيدون عليه ولا ينقصون منه، ومن زاد أو نقص فأولئك من الشياطين الفَجَرة.
زیادہ می کنند و نہ کم میکنند از قرآن و ہر کہ زیادہ کرد یا کم کرد پس او از شیطانان است کہ بدکار اند۔

ونعني بختم النبوة ختم كمالاتها على نبينا الذي هو أفضل رسل الله وأنبيائه، و
و از لفظ ختم نبوت مرادِ ما ختمِ کمالاتِ نبوت است بر رسول ما صلی اللہ علیہ وسلم و او از ہمہ پیغمبران افضل است و

نعتقد بأنه لا نبي بعده إلا الذي هو من أمّته ومن أكمَلِ أتباعه، الذي وجد
اعتقاد میداریم کہ بعد از وی ہیچ پیغمبرے نیست مگر آنکہ از امتِ او باشد۔ و از

الفيضَ كله من روحانيته وأضاء بضيائه .فهناك لا غير ولا مقام الغيرة،
روحانیت او فیض یافتہ باشد۔ پس درہمچنین نبوت وجود غیرے نیست و نہ مقام غیرت است۔

روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلا شبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تأخّر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفاتِ جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام **محمد** اور **احمد** صلی اللہ علیہ وسلم اِسی غرض سے ہیں اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں۔ بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کے لئے ہے اور ایک اَور دلیل آپ کے ثبوت نبوت پر یہ ہے کہ تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دَور مقرر کئے ہیں۔ یعنی ایک وہ دَور ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ دَور ہے جس میں ضلالت اور گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے اور جیسا کہ مَیں نے بیان کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں یہ دونوں دَور ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ اوّل دَور ہدایت کے غلبہ کا تھا۔ اس میں بُت پرستی کا نام و نشان نہ تھا۔ جب یہ ہزار سال ختم ہوا تب دوسرے دَور میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بُت پرستیاں دنیا میں شروع ہو گئیں اور شرک کا بازار گرم ہو گیا اور ہر ایک ملک میں بُت پرستی نے جگہ لے لی۔ ﴿۶﴾ پھر تیسرا دَور جو ہزار سال کا تھا اس میں توحید کی بنیاد ڈالی گئی اور جس قدر خدا نے چاہا دنیا میں توحید پھیل گئی۔ پھر ہزار چہارم کے دَور میں ضلالت نمودار ہوئی اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر

پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [1] اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ [2] اُن کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ اُمّت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اُس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔ مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد اُمت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور اُمّتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے ایسے طور پر کہ اُن کا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ اُن کے محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح اُن کو نصیب ہوا۔ ﴿۱۲﴾

پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایۂ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نَبِیُّ اللّٰہِ۔ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی وہ نبی بھی ہے اور اُمّتی بھی ہے ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں مبارک وہ جو اِس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے سے بچ جائے۔

[1] اٰل عمران: ۱۱۱ [2] الفاتحۃ: ۶۔۷

تو پھر سُننے پر بھی کوئی دلیل نہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کو معطّل کرنے والے سخت بدقسمت لوگ ہیں۔ اور در حقیقت یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں۔ ختم نبوت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے۔ کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنے کر سکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملنی چاہئیں تھے وہ سب بند ہو گئے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کی خواہش کرنا لا حاصل ہے۔ **لعنة الله علی الکاذبین** ۔کیا یہ
﴿۶۸﴾ لوگ بتلا سکتے ہیں کہ اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا فائدہ کیا ہوا۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں بجز گذشتہ قصوں کے اور کچھ نہیں اُن کا مذہب مُردہ ہے اور معرفت الٰہی کا اُن پر دروازہ بند ہے۔ مگر اسلام مذہب زندہ ہے اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں مسلمانوں کو سورہ فاتحہ میں گذشتہ نبیوں کا وارث ٹھہراتا ہے اور دُعا سکھلاتا ہے کہ جو پہلے نبیوں کو نعمتیں دی گئی تھیں وہ طلب کریں۔ مگر جس کے ہاتھ میں صرف قصّے ہیں وہ کیونکر وارث

بقیہ حاشیہ

کے رو سے خدا تعالیٰ عیسیٰؑ کو ایسے عذر باطل کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ تو میرے سامنے جھوٹ کیوں بولتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں کیونکہ تُو تو دوبارہ دنیا میں گیا تھا اور دنیا میں چالیسؔ برس تک رہا تھا اور نصاریٰ سے لڑائیاں کی تھیں اور صلیب کو توڑا تھا۔ ماسوا اس کے ان معنوں کے رُو سے یہ لازم آتا ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰؑ زندہ رہے عیسائی نہیں بگڑے بلکہ اُن کی موت کے بعد بگڑے پس
﴿۶۹﴾ اس سے تو ان لوگوں کو ماننا پڑتا ہے کہ عیسائی اب تک حق پر ہیں کیونکہ اب تک حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ افسوس! ندامت سے مر جاؤ! اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک اُمّتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ اُمّتی ہے اور اس کا اپنا وجود کچھ نہیں۔ اور اس کا کمال نبی متبوع کا کمال ہے۔ اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا بلکہ نبی بھی اور اُمّتی بھی۔ مگر کسی ایسے نبی کا دوبارہ آنا جو اُمّتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے۔ **منہ**

﴿۲۹﴾ لوگوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ کو دوبارہ دنیا میں لاتے ہیں اور وہ حقیقت جو الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی تھی جو خود حضرت عیسیٰ کے بیان سے کھل گئی۔☆ اس سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے بلکہ جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اُس کا اُنہیں حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اُمّتی بھی مگر کیا مریم کا بیٹا اُمّتی ہوسکتا ہے؟ کون ثابت کرے گا کہ اُس نے براہِ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے درجۂ نبوت پایا تھا؟ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ ط وَاِنْ تَوَلَّوا فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ اور ہزار کوشش کی جائے اور تاویل کی جائے یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کیلئے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسیا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف مُنہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا اور شراب پیئے گا اور سؤر کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے حلال وحرام کی کچھ پرواہ نہیں رکھے گا۔ کیا کوئی عقل تجویز کرسکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دِن بھی باقی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی مُہر کو توڑ دے گا اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لے گا۔

حاشیہ

☆ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا مسئلہ عیسائیوں نے محض اپنے فائدہ کے لئے گھڑا تھا کیونکہ اُن کی پہلی آمد میں اُن کی خدائی کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ ہر دفعہ مار کھاتے رہے۔ کمزوری دکھلاتے رہے۔ پس یہ عقیدہ پیش کیا گیا کہ آمد ثانی میں وہ خدائی کا جلوہ دکھائیں گے اور پہلی کسریں نکالیں گے تا اِس طرح پر پہلی آمد کے حالات کی پردہ پوشی کی جائے مگر اب وہ زمانہ آتا جاتا ہے کہ خود عیسائی ایسے عقائد سے منحرف ہوتے جاتے ہیں۔ مَیں یقین کرتا ہوں کہ جب اُن کی عقلیں ترقی کریں گی تو وہ بہت آسانی سے اِس عقیدے کو چھوڑ دیں گے۔ اور جیسا کہ بچہ پورا تیار ہو کر پھر رحم میں نہیں رہ سکتا اسی طرح وہ بھی مشیمۂ حجاب اور جہل سے باہر آجائیں گے۔ منہ

﴿۳۰﴾ اور آپ کی پیروی سے نہیں بلکہ براہ راست مقامِ نبوّت حاصل رکھتا ہوگا اور اس کی عملی حالتیں شریعتِ محمدیہ کے مخالف ہونگی اور قرآن شریف کی صریح مخالفت کر کے لوگوں کو فتنہ میں ڈالے گا اور اسلام کی ہتک عزّت کا موجب ہوگا۔ یقیناً سمجھو کہ خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا☆۔ بے شک حدیثوں میں مسیح موعود کے ساتھ نبی کا نام موجود ہے مگر ساتھ اُس کے اُمّتی کا نام بھی تو موجود ہے۔ اور اگر موجود بھی نہ ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا پر نظر کر کے ماننا پڑتا کہ ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آوے۔ کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے۔ اور یہ تاویل کہ پھر اُس کو اُمّتی بنایا جائے گا اور وہی نو مسلم نبی مسیح موعود کہلائے گا۔ یہ طریق عزّتِ اسلام سے بہت بعید ہے۔ جس حالت میں حدیثوں سے ثابت ہے کہ اِسی اُمّت میں سے یہود پیدا ہوں گے تو افسوس کی بات ہے کہ یہود تو پیدا ہوں اِس اُمّت میں سے اور مسیح باہر سے آوے کیا ایک خدا ترس کیلئے یہ ایک مشکل بات ہے؟ کہ جیسا کہ اس کی عقل اس بات پر تسلّی پکڑتی ہے کہ اس اُمّت میں بعض لوگ ایسے پیدا ہوں گے جن کا نام یہود رکھا جائے گا ایسا ہی اِسی اُمّت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا جائے گا۔ کیا ضرورت ہے کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُتارا جائے اور اس کی مستقل نبوّت کا جامہ اُتار کر اُمّتی بنایا جائے۔ اگر کہو کہ یہ کارروائی بطور سزا کے ہوگی کیونکہ اُن کی اُمّت نے اُن کو خدا بنایا تھا تو یہ جواب بھی بیہودہ ہے کیونکہ اس میں حضرت عیسیٰ کا کیا قصور ہے۔

حاشیہ

☆ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا اجماعی عقیدہ ہے یہ سراسر افترا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع صرف اِس آیت پر ہوا تھا کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [1] پھر بعد ان کے اُمّت میں طرح طرح کے فرقے پیدا ہو گئے چنانچہ معتزلہ اب تک حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ اور بعض اکابر صوفیہ بھی ان کی موت کے قائل ہیں اور مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اگر اُمّت میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں صرف اجتہادی خطا ہے جو اسرائیلی نبیوں سے بھی بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں ہوتی رہی ہے۔ منہ

[1] اٰل عمران:۱۴۵

ویخرّون علی الاذقان. ربّنا اغفرلنا ذُنوبنا انّا کنّا
اور تیرے مخالف ٹھوڑیوں پر گرینگے یہ کہتے ہوئے کہ اے خدا ہمیں بخش اور ہمارے گناہ معاف کر کہ ہم
خاطئین. یا نبی اللّٰہ کنت لا اعرفک. لا تثریب علیکم الیوم
خطا پر تھے۔ اور زمین کہے گی کہ اے خدا کے نبی مَیں تجھے شناخت نہیں کرتی تھی اے خطا کارو! آج تم پر کوئی ملامت نہیں
یغفر اللّٰہ لکم ۔ وھو ارحم الراحمین. تلطّف بالنّاس وترحّم «۱۰۱»
خدا تمہارے گناہ بخش دے گا وہ ارحم الراحمین ہے۔ لوگوں کے ساتھ لطف اور مدارات سے
علیھم انت فیھم بمنزلۃ موسٰی. یأتی علیک زمنٌ
پیش آ۔ تُو مجھ سے بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔ تیرے پر موسیٰ کے زمانہ

بقیہ حاشیہ

یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ پس پہلے نبیوں کی اُمت میں جو اس درجہ کی صلاح وتقویٰ پیدا نہ ہوئی اس کی یہی وجہ تھی کہ اس درجہ کی توجہ اور دل سوزی اُمت کیلئے اُن نبیوں میں نہیں تھی۔ افسوس کہ حال کے نادان مسلمانوں نے اپنے اس نبی مکرم کا کچھ قدر نہیں کیا اور ہر ایک بات میں ٹھوکر کھائی وہ ختم نبوت کے ایسے معنے کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو نکلتی ہے نہ تعریف۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس پاک میں افاضہ اور تکمیل نفوس کیلئے کوئی قوت نہ تھی اور وہ صرف خشک شریعت کو سکھلانے آئے «۱۰۱»
تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس امت کو یہ دعا سکھلاتا ہے:- اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ[1] پس اگر یہ امت پہلے نبیوں کی وارث نہیں اور اس انعام میں سے اِن کو کچھ حصہ نہیں تو یہ دعا کیوں سکھلائی گئی۔ افسوس کہ تعصب اور نادانی کے جوش سے کوئی اس آیت میں غور نہیں کرتا۔ بڑا شوق رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہو مگر خدا کا کلام قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وہ مرگیا اور اُس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ[2] یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ میں پہنچا دیا جو آرام اور خوشحالی کی جگہ تھی اور مصفا پانی کے چشمے اُس میں جاری تھے سو وہی کشمیر ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ کی طرح مفقود ہے۔ **یہ کس قدر ظلم ہے جو نادان مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے بے نصیب ہے اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی۔ وہی مسیح موعود کہلائے گا۔** منہ

[1] الفاتحۃ : ۶، ۷ [2] المومنون : ۵۱

سے کمال کر اس زندگی میں داخل کیا، جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور رسُولوں کو دی جاتی ہے۔

اسلام کی برتری

تعلیم وہی کامل ہو سکتی ہے جو انسانی قویٰ کی پُوری مربّی اور متکفل ہو۔ نہ یہ کہ ایک ہی پہلو پر واقع ہوئی ہو۔ انجیل کی تعلیم کو دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے اور اُس کے بالمقابل قویٰ کیا تعلیم دیتے ہیں؟ انسانی قویٰ اور فطرت خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب ہے۔ پس اس کی قولی کتاب، جو کتاب اللہ کہلاتی ہے یا اُسے تعلیمِ الٰہی کہو۔ اس کی ساخت اور بناوٹ کے مخالف اور متضاد کیونکر ہوگی؟ اسی طرح پر اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے، تو انبیاء سابقین کے اخلاق، ہدایات، معجزات اور قوّتِ قدسیہ پر اعتراض ہوتے، مگر حضورؐ نے آکر اُن سب کو پاک ٹھہرایا۔ اس لیے آپؐ کی نبوت کے نشانات سُورج سے زیادہ روشن ہیں اور بے انتہا اور بے شمار ہیں۔ پس آپؐ کی نبوت یا نشاناتِ نبوت پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ دن چڑھا ہوا ہو اور کوئی احمق نابینا کہدے کہ ابھی تو رات ہی ہے۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ دُوسرے مذاہب تاریکی ہی میں رہتے، اگر اب تک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے، ایمان تباہ ہو جاتا اور زمین لعنت اور عذابِ الٰہی سے تباہ ہو جاتی۔ اسلام شمع کی طرح منوّر ہے۔ جس نے دُوسروں کو بھی تاریکی سے نکالا ہے۔ توریت کو پڑھو تو بہشت اور دوزخ کا پتہ ہی ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ انجیل کو دیکھو تو توحید کا نشان نہیں ملتا۔ اب بتلاؤ کہ اس میں تو شک نہیں کہ یہ دونوں کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھیں اور ہیں۔ لیکن ان میں کون سی روشنی مِل سکتی ہے۔ سچی روشنی اور حقیقی نُور جو نجات کے لیے مطلوب ہے، وُہ اسلام ہی میں ہے۔ توحید ہی کو دیکھو کہ جہاں سے قرآن کو کھولو وہ ایک شمشیرِ برہنہ نظر آتا ہے کہ شرک کی جڑھ کاٹ رہا ہے۔ ایسا ہی نبوت کے تمام پہلو ایسے صاف اور روشن نظر آتے ہیں کہ اُن سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

ختمِ نبوت کی حقیقت

ختمِ نبوت کو یُوں سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں پر دلائل اور معرفت طبعی طور پر ختم ہو جاتے ہیں، وہ وہی حد ہے جس کو ختمِ نبوت کے نام سے موسُوم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مُلحدوں کی طرح نکتہ چینی کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔ ہر بات میں بیّنات ہوتے ہیں اور ان کا سمجھنا معرفتِ کاملہ اور نُورِ بصر پر موقوف ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ایمان اور عرفان کی تکمیل ہوئی۔ دُوسری قوموں کو روشنی پہنچی۔ کسی اور قوم کو روشن اور بیّن شریعت نہیں ملی۔ اگر ملی تو کیا وہ عرب پر کچھ بھی اپنا اثر نہ ڈال سکتی۔ عرب سے وہ آفتاب نکلا کہ اس نے ہر قوم کو روشن کیا اور ہر بستی پر اپنا نُور ڈالا۔ یہ قرآنِ کریم ہی کو فخر حاصل ہے کہ وہ توحید اور نبوت کے مسئلہ میں کُل دُنیا کے مذاہب پر فتحیاب ہو سکتا ہے۔ یہ فخر کا مقام ہے کہ ایسی کتاب مُسلمانوں کو ملی ہے۔ جو لوگ حملہ کرتے ہیں اور تعلیم و ہدایتِ اسلام پر معترض ہوتے ہیں۔ وہ بالکل کور باطنی اور بے ایمانی سے بولتے ہیں۔

بحثوں میں پڑیں۔

خَاتَمُ النَّبِیِّین کے معنی

ختم نبوت کے متعلق میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ خاتم النبیین کے بڑے معنے یہی ہیں کہ نبوت کے اُمور کو آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا۔ یہ موٹے اور ظاہر معنے ہیں۔ دُوسرے یہ معنے ہیں کہ کمالاتِ نبوت کا دائرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ قرآن نے ناقص باتوں کا کمال کیا اور نبوت ختم ہو گئی، اس لیے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ : ۴) کا مصداق اسلام ہو گیا۔ غرض یہ نشاناتِ نبوت ہیں۔ اُن کی کیفیت اور کُنہ پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اصُول صاف اور روشن ہیں اور وُہ ثابت شدہ صداقتیں کہلاتی ہیں۔ ان باتوں میں پڑنا مومن کو ضروری نہیں۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی مخالف اعتراض کرے تو ہم اُس کو روک سکتے ہیں۔ اگر وُہ بند نہ ہو تو ہم اس کو کہہ سکتے ہیں کہ پہلے اپنے جُزوی مسائل کا ثبوت دے۔ الغرض مُہرِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشاناتِ نبوت میں سے ایک نشان ہے، جس پر ایمان لانا ہر مُسلمان مومن کو ضروری ہے[1]۔

۵ر جنوری ۱۸۹۹ء

قبر سے رُوح کا تعلق

(سوال مولوی قطب الدین صاحب) "رُوح کا تعلق جو قبور سے بتلایا گیا ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے؟"

فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ارواح کے تعلقِ قبور کے متعلق احادیث رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے، وہ بالکل سچ اور دُرست ہے۔ ہاں یہ دُوسرا امر ہے کہ اس تعلق کی کیفیت اور کُنہ کیا ہے؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں؛ البتہ یہ ہمارا فرض ہو سکتا ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ اس قسم کا تعلق قبوُر کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی مُحالِ عقلی لازم نہیں آتا۔

اور اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے قانُونِ قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں۔ درحقیقت یہ امر اسی قسم کا ہے، جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اُمور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے اور اس کو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں۔ بعض خواص آنکھ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور بعض صداقتوں کا پتہ صرف کان لگاتا ہے اور بعض ایسی ہیں کہ حسِ مشترک سے ان کا سراغ چلتا ہے اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکزِ قویٰ یعنی دل سے معلوم ہوتی ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے صداقت کے معلوم کرنے کے لیے

---

[1] الحکم جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۹ پرچہ ۱۰ر جنوری ۱۸۹۹ء

ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے، اُسی کے موافق اس نے ہمیں قویٰ بھی عطا کیے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دیئے جاتے، تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک گروہ کی دعوت کرے، تو ضرور ہے کہ وہ اُس گروہ کی تعداد کے موافق کھانا تیار کرے اور اُسی کے موافق ایک مکان ہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دعوت تو ایک ہزار آدمی کی کرے اور اُن کے بٹھانے کے واسطے ایک چھوٹی سی کُٹیا بنا دے۔ نہیں۔ بلکہ وہ اُس تعداد کا پُورا لحاظ رکھے گا۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی کتاب بھی ایک دعوت اور ضیافت ہے جس کے لیے کُل دُنیا کو بلایا گیا ہے۔ اس دعوت کے لیے خدا تعالیٰ نے جو مکان تیار کیا ہے وُہ انسانی قویٰ ہیں۔ جو اُن لوگوں کو دیئے گئے ہیں جو اس اُمت میں ہیں۔ قویٰ کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اب اگر بیل، کُتے یا کسی اور جانور کے سامنے قرآن کی تعلیمات کو پیش کریں تو وُہ نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے کہ اُن میں وُہ قویٰ نہیں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیمات کو برداشت کر سکیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو وُہ قویٰ دیئے ہیں کہ ہم اُن سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ خاتم النبیین

ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا، جو خاتَم المؤمنینؐ، خاتَم العارفینؐ اور خاتَم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکُتب اور خاتَم الکُتب ہے۔ رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتَم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوّت ختم ہو گئی۔ تو یہ نبوّت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابلِ فخر نہیں ہوتا، بلکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہونے سے یہ مُراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتَم النبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں، وہ قرآن شریف پر آ کر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتَم الکُتب ٹھہرا۔

ہم بصیرتِ تام سے رسُول اللہ کو خاتَم النبیین مانتے ہیں

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتَم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصّہ بھی دُوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وُہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتَم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انھوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے، مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر

ہیں اور نہیں جانتے کہ ختمِ نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔

دُنیا کی مثالوں میں سے ہم ختمِ نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اُس کا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اُسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ جو لوگ یہ مذہب رکھتے ہیں کہ نبوت زبردستی ختم ہو گئی اور آنحضرتؐ کو یونسؑ بن متّٰی پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ اُنھوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی اُن کو نہیں ہے۔ باوجود اس کمزوریِ فہم اور کمیِ علم کے ہم کو کہتے ہیں کہ ہم ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ مَیں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور اُن پر کیا افسوس کروں۔ اگر اُن کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور وُہ حقیقتِ اسلام سے بکلّی دُور نہ جا پڑے ہوتے، تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں اور وُہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں؛ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اہلِ حق سے عداوت کرتے جس کا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے۔

اعمالِ صالحہ کی پہچان

یہ لوگ سمجھتے نہیں کہ ہم میں کون سی بات اسلام کے خلاف ہے۔ ہم لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ اُن کے تمام اعمال، اعمالِ صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں، بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہیں جس میں مغز نہیں ہے؛ ورنہ اگر یہ اعمالِ صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ اعمالِ صالحہ تو تب ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے فساد اور ملاوٹ سے پاک ہوں، لیکن اُن میں یہ باتیں کہاں ہیں؟ مَیں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ ایک شخص مومن اور متقی ہو اور اعمالِ صالحہ کرنے والا ہو اور وُہ اہلِ حق کا دشمن ہو؛ حالانکہ یہ لوگ ہم کو بے قید اور دہریہ کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے مامور کر کے بھیجا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت اُن کے دل میں ہوتی، تو وُہ اِنکار نہ کرتے اور اس سے ڈر جاتے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم خدا تعالےٰ کے نام کی تخفیف کرنے والے ٹھہریں، لیکن یہ تب ہوتا جبکہ اُن میں حقیقی اور اصل ایمان اللہ تعالیٰ پر ہوتا اور وُہ یوم الجزاء سے ڈرتے اور لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل: ۳۷) پر اُن کا عمل ہوتا۔

اولیاء اللہ کا انکار سلبِ ایمان کا موجب ہو جاتا ہے

اُن کی دماغی قوت اور ایمانی طاقت نے تو یہاں تک اُنہیں پہنچا دیا ہے کہ وہ

نے رُدّ کر دیا۔ وُہ دانشمند تھے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ صرف زمانہ کی خاصیت ہے کہ اُن کو دانشمند کہا جاتا ہے۔ ورنہ ان سے بڑھ کر بے وقوف اور سطحی خیال کے اور کون لوگ ہوں گے جو حق کو جھٹلا کر دانشمند بنتے ہیں۔ یہ ایک فطرت کی کجی ہوتی ہے۔ جو کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح اُن کو ذلیل کیا جاوے۔ اسی طرح خیالی طور پر اس قسم کے مجمع کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہم جیت گئے اور خدا کے راستبازوں کے مقابلہ میں ہم کامیاب ہو گئے، حالانکہ وہی ذلیل نامُراد اور مغلوب ہوتے ہیں۔ آخر انجام دکھا دیتا ہے اور ایک روشن فیصلہ نمودار ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ راستبازی کی کامیابی مخالفوں کی سفاہت اور جہالت پر مُہر کر دیتی ہے کہ وہ جس قدر اعتراض کرتے تھے اپنی نادانی سے کرتے تھے۔

مَیں یہ بار بار لکھ چکا ہوں کہ جو خدا کی طرف سے مامُور ہو کر آتے ہیں۔ دُنیا اُن کو کم پہچانتی ہے۔ بجُز ان لوگوں کے جو دیکھنے کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ ان کو دُوسرے دیکھ ہی نہیں سکتے، کیونکہ وُہ تو اُن ہی میں سے کھاتے پیتے حوائجِ بشری کے رکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔

مَیں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا

اور یہ بات کہ میرے نوشتے باقی رہیں گے۔ مَیں پہلے کہہ چکا ہوں کہ خدا کی طرف سے مامُور ہو کر آنے والے لوگوں کے دو طبقہ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صاحبِ شریعت ہوتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ایک وہ جو احیائے شریعت کے لیے آتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اسی طرح پر ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت لے کر آئے۔ جو نبوت کے خاتم تھے۔ اس لیے زمانہ کی استعدادوں اور قابلیتوں نے ختمِ نبوت کر دیا تھا۔ پس حضور علیہ السلام کے بعد ہم کسی دُوسری شریعت کے آنے کے قائل ہرگز نہیں۔ ہاں جیسے ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ تھے۔ اسی طرح آپؐ کے سلسلہ کا خاتم جو خاتم الخلفاء یعنی مسیح موعود ہے۔ ضروری تھا کہ مسیح علیہ السلام کی طرح آتا۔ پس مَیں وہی خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ہوں۔ جیسے مسیح کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے، بلکہ موسوی شریعت کے احیاء کے لیے آئے تھے۔ مَیں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا اور میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی ہے، کیونکہ وُہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے شریعتِ محمدیؐ کے احیاء کے لیے اس صدی میں خاتم الخلفاء کے نام سے مبعوث فرمایا ہے۔ میرے الہامات جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ لاکھوں انسانوں میں شائع کئے جاتے ہیں اور چھاپے جاتے ہیں اور ضائع نہیں کئے جاتے۔ وُہ ضائع نہ ہوں گے۔ اور

وُہ قائم رہیں گے۔

ہوتا کہ اپنے ولی کی قبضِ رُوح کروں۔ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اُس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے، مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دُکھ دیئے جاتے ہیں اور اس میں خود ان کے لیے نیکی ہے، کیونکہ اُن کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء اللہ کے لیے تکلیف اِس قسم کی نہیں ہوتی۔ جیسی کہ یہود کو لعنت اور ذلّت ہو رہی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اُس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے، بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی۔ مگر دیکھو۔ جنگِ حُنین میں حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرتؐ کی شجاعت ظاہر ہو جبکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسُول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقعہ نہیں ملا۔ ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اپنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا، چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مُشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔

تقویٰ کا مضمون باریک ہے۔ اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس اُلٹا اُس کے مُنہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تُو نے قلم چرایا ہے تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے۔ تیرا پرہیز تو محض خدا کے لیے ہے۔ یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رُو بحق نہ تھا۔ جبتک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔ اس واسطے تم الہامات اور رویاء کے پیچھے نہ پڑو، بلکہ حصُولِ تقویٰ کے پیچھے لگو۔ جو متقی ہے، اُسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں، تو الہامات بھی قابلِ اعتبار نہیں۔ اُن میں شیطان کا حصّہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے مُلہم ہونے سے نہ پہچانو، بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالتِ تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو۔ جتنے نبی آئے، سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال: ۳۵) مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمالِ اُمّت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ تھے، صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے آنحضرتؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہوئے۔ کمالاتِ نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اُس کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارقِ عادت بنائے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لیے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اِس راہ پر قدم اُٹھاتا ہے، تو شیطان اُس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے، لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آکر وہ خدا کے زیرِ سایہ ہو جاتا ہے۔

وہ تقویٰ کی بنا پر ہے۔ بعض وقت اولاد نہیں ہوتی اور بقائے نوع کا خیال انسان میں ایک فطرتی تقاضا ہے۔ اس لیے دوسری شادی کرنے میں کوئی عیب نہیں ہوتا۔ بعض اوقات پہلی بیوی کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور بہت سے اسباب اس قسم کے ہوتے ہیں۔ پس اگر عورتوں کو پُورے طور پر خدا تعالیٰ کے احکام سے اطلاع دی جاوے اور انہیں آگاہ کیا جاوے۔ تو وُہ خود بھی دُوسری شادی کی ضرورت پیش آنے پر ساعی ہوتی ہیں۔"

ایک رویاء

فرمایا: "رات مَیں نے ایک رویاء دیکھی ہے۔ یعنی ۱۷ر نومبر کی رات کو جس کی صُبح کو ۱۸ر نومبر تھی اور وہ رویاء یہ تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک سپاہی وارنٹ لے کر آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر ایک رسّی لپیٹی ہے، تو میں اُسے کہہ رہا ہوں کہ یہ کیا ہے مجھے تو اس سے ایک لذّت اور سرور آرہا ہے۔ وہ لذّت ایسی ہے کہ میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اسی اثنا میں میرے ہاتھ میں معًا ایک پروانہ دیا گیا ہے کسی نے کہا کہ یہ اعلیٰ عدالت سے آیا ہے۔ وُہ پروانہ بہت ہی خوشخط لکھا ہوا تھا اور میرے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کا لکھا ہوا تھا۔ مَیں نے اس پروانہ کو جب پڑھا، تو اس میں لکھا ہوا تھا۔ عدالتِ عالیہ نے اسے بَری کیا ہے۔"

فرمایا: "اس سے پہلے کئی دن ہوئے۔ یہ الہام ہوا تھا:

رَشَنَ الْخَبَرُ (رَشَن ناخواندہ مہمان کو کہتے ہیں")

۱۹ر نومبر ۱۹۰۱ء

خِتمِ نبوت کا مُنکر کون؟

فرمایا: "تعجب کی بات ہے یہ لوگ اسے دعویٰ جدید کہتے ہیں۔ براہینِ میں ایسے الہامات موجود ہیں جن میں نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے؛ چنانچہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی اور جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ وغیرہ ان پر غور نہیں کرتے اور پھر افسوس یہ نہیں سمجھتے کہ خِتمِ نبوت کی مُہر مسیح اسرائیلی کے آنے سے ٹوٹتی ہے یا خود محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آنے سے ختمِ نبوت کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں جو مسیح اسرائیلی کو آسمان سے اُتارتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نیا نبی نہ پُرانا۔ بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی چادر دُوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔ کیا اگر ایک شیشہ میں حافظ صاحب اپنی تصویر دیکھیں، تو کیا عورتوں کو پَردہ کر لینا چاہیے کہ یہ کون غیر محرم گُھس آیا۔ آپ ان کو خوب مفصّل اور واضح خط لکھیں۔"

ہی کو نہیں سمجھ سکتے اور نہیں جانتے کہ وہ سرُود کیا ہوتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو اس قسم کی بدعتیں مسلمان کہلا کر نکالتے ہیں، اگر رُوح کی خوشی اور لذّت کا سامان اسی میں تھا تو چاہیے تھا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو عارف ترین اور اکمل ترین انسان دُنیا میں تھے، وہ بھی اسی قسم کی کوئی تعلیم دیتے۔ یا اپنے اعمال سے ہی کچھ کر دکھاتے۔ مَیں ان مخالفوں سے جو بڑے بڑے مشائخ اور گدّی نشین اور صاحبِ سلسلہ ہیں۔ پُوچھتا ہوں کہ کیا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درُود و وظائف اور چلّہ کشیاں، اُلٹے سیدھے لٹکنا بھول گئے تھے۔ اگر معرفت اور حقیقت شناسی کا یہی ذریعہ اصل تھے۔ مجھے بہت ہی تعجب آتا ہے کہ ایک طرف قرآنِ شریف میں یہ پڑھتے ہیں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ (المائدہ:۴) اور دُوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس تکمیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ ظالم طبع لوگ مجھ پر افترا کرتے ہیں کہ گویا میں ایسی مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جو صاحب شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا الگ نبوت ہے، مگر دُوسری طرف یہ اپنے اعمال کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ تو خود کر رہے ہیں۔ جب کہ خلافِ رسُول اور خلافِ قرآن ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کے دل میں انصاف اور خدا کا خوف ہے، تو کوئی مجھے بتائے کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عمل پر کچھ اضافہ یا کم کرتے ہیں۔ جبکہ اسی قرآن شریف کے بموجب ہم تعلیم دیتے ہیں۔ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا امام اور حَکم مانتے ہیں۔ کیا ارّہ کا ذکر میں نے بتایا ہے اور پاس انفاس اور نفی و اثبات کے ذکر اور کیا کیا میں سکھاتا ہوں۔ پھر جھوٹی اور مستقل نبوت کا دعویٰ تو یہ لوگ خود کرتے ہیں اور الزام مجھے دیتے ہیں۔

ختمِ نبوت کی حقیقت

یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔ جبتک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپ کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ کچھ نہیں۔ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا   ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

ہمارا مدّعا جس کے لیے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابد الآباد کے لیے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعہ قائم کی ہیں۔ ان ساری گدّیوں کو دیکھ لو اور عملی طور پر مشاہدہ کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر ہم ایمان لاتے ہیں یا وہ؟

یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختمِ نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جاتے کہ مُنہ سے ہی خاتم النبیین مانو اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو اور اپنی ایک الگ شریعت بنالو۔ بغدادی نماز، معکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں۔ کیا قرآن شریف یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی اس کا کہیں پتہ لگتا ہے۔ اور ایسا ہی "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کہنا اس کا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف سے ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا۔ شرم کرو۔ کیا شریعتِ اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ان باتوں کو مان کر ایسے عمل رکھ کر تم اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ میں نے خاتم النبیین کی مُہر کو توڑا ہے۔ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لاکر آپ کے طرزِ عمل اور نقشِ قدم کو اپنا امام بناکر چلتے، تو پھر میرے آنے ہی کیا ضرورت ہوتی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو ان جھوٹی نبوتوں کے بُت کو توڑ کر نیست و نابود کرے۔ پس اسی کام کے لیے خدا نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ غوث علی پانی پتی کے ہاں شاکت مت کا ایک منتر رکھا ہوا ہے جس کا وظیفہ کیا جاتا ہے اور ان گدی نشینوں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا، یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لیے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔ ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔ تو پھر اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں۔ جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خانقاہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ تو جاتے نہیں مگر اجمیر اور دُوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گذر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے۔ کسی نے کوئی اور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عُرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ انھوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آلِ عمران : ۲۰) خدا کا کلام نہ ہوتا اور اس نے نہ فرمایا ہوتا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر : ۱۰) تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہو گئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شُبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدۂ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بُروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپ کی نبوت کو نئے سرے سے زندہ کرکے دکھا دے، چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا۔

وغیرہ رکھے ہیں۔ وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔ ماسوا اس کے یہ سلسلہ اپنے ساتھ ایک علمی ثبوت رکھتا ہے۔ اگر ان علمی امور کو یکجائی طور پر دیکھا جاوے، تو آفتاب کی طرح اس سلسلہ کی سچائی روشن نظر آتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے سارے نبیوں کے نام رکھے ہیں اور آخر جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کہہ دیا ہے۔

مقامِ خاتم النبیین

ہم جس طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یہ بالکل سچی بات ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چشمۂ افادیت مانتے ہیں۔ ایک چراغ اگر ایسا ہو جس سے کوئی دوسرا روشن نہ ہو۔ وہ قابلِ تعریف نہیں ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم ایسا نُور مانتے ہیں کہ آپ سے دوسرے روشنی پاتے ہیں۔

یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (الاحزاب : ۴۱) یہ بالکل درست ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی جسمانی ابوت کی نفی کی۔ لیکن آپ کی رُوحانی ابوت کا استثناء کیا ہے۔ اگر یہ مانا جائے جیسا کہ ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ آپ کا نہ کوئی جسمانی بیٹا ہے نہ رُوحانی تو پھر اس طرح پر معاذ اللہ یہ لوگ آپ کو اَبتر ٹھہراتے ہیں، مگر ایسا نہیں۔ آپ کی شان تو یہ ہے کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر : ۲ تا ۴) اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی آیت میں فرمایا ہے کہ جسمانی طور پر آپ اَب نہیں، مگر رُوحانی سلسلہ آپ کا جاری ہے۔ لیکن مافات کے لیے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ خاتم ہیں۔ آپ کی مُہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے۔

ہم خود بخود نہیں بن گئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے موافق جو بنایا وُہ بن گئے۔ یہ اس کا فعل اور فضل ہے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔ خُدا نے جو وعدے نبیوں سے کیے تھے۔ ان کا ظہور ہوا ہے۔ براہین میں یہ الہام اس وقت سے درج ہے۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَکَانَ اَمْرًا مَّفْعُوْلًا۔ وغیرہ اس قسم کے بیسیوں الہام ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہوا تھا۔ اس میں ہمارا کچھ تصرف نہیں۔ کیا جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ وعدے فرمائے ہم حاضر تھے؟ جس طرح خدا تعالیٰ مُرسل بھیجتا ہے، اسی طرح اس نے یہاں اپنے وعدہ کو پورا کیا۔

آئندہ کے لیے اگر اس قسم کے جلسے گفتگو کے ہوں، تو سوالات پہلے قلمبند ہونے چاہئیں تاکہ ان کے جوابات دیکھ لیے جائیں، کیونکہ ہم تو ان بحثوں کا سلسلہ بند کر چکے ہیں۔

کیونکہ یہ کوئی بٹیر بازی نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے سے مُرتب ہو جاوے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے جو لکھا ہے کہ سورۂ نُور سے نُور

۱۶؍اکتوبر ۱۹۰۲ء (دربارِشام)

ایک رؤیا

[بعد ادائے نماز مغرب حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تو آپ نے بیٹھتے ہی اپنی ایک رؤیا سنائی کہ]

میں نے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا (دراصل ملائکہ کا تمثّل تھا مگر آپ کی صورت میں) آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے گویا مجھے مارنے کے لئے ہے میں نے کہا۔ کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے؟ جب میں یہ کہتا ہوں تو ان کی آنکھیں پُرآب ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو میں یہی کہتا ہوں۔ آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

فرمایا :-

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک الہام میں یوں بھی فرمایا ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ۔ اور یہ قرآن شریف کی ایک آیت کے موافق بھی ہے۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ[1] (المائدۃ : ۱۹)

ختمِ نبوّت غیراُمّتی نبی کے آنے کو مانع ہے

ختم نبوت بھی ایک عجیب سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے اور اسی کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے یہ تو ایک علمی بات ہے مگر کجا یہ کہ اس سلسلہ کو الٹ پلٹ کر دوسرے نبی کو لایا جاوے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا نبی آوے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ شریعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپ کے سوا اور آپ کے استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ساری براہین احمدیہ اس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہے اور بہت سے الہام اس کے ممد و معاون ہیں۔

علاوہ اس کے کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ (النور : ۵۶) میں جو استخلاف کا وعدہ ہے یہ بھی اسی امر پر صاف دلیل ہے کہ کوئی پرانا نبی اخیر تک نہ آوے ورنہ "کَمَا" باطل ہوتا ہے اللہ

[1] اس میں یہ اشارہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور حفاظت حضرت موعودؑ کے ساتھ دائمی اور مثل والد کے اولاد سے ہے (یہ تشریحی نوٹ ایڈیٹر کا اپنا معلوم ہوتا ہے۔ مرتب)

تعالیٰ نے کَمَا کے نیچے تو مثیل کو رکھا ہے عین کو نہیں رکھا پھر یہ کس قدر غلطی اور جرات ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کرلی جائے اور ایک نیا اعتقاد بنا لیا جائے اور پھر کَمَا میں مدت کی بھی تعیین ہے کیونکہ مسیحؑ موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ آنے والا محمدیؐ مسیح بھی چودھویں صدی میں آئے غرض یہ آیت ان تمام امور کو حل کرتی ہے۔ اگر کوئی سوچنے والا ہو۔

ابنِ مریم کے آنے سے مُراد

ابن مریم کا سوال بھی خدا تعالیٰ نے بڑی صفائی سے حل کیا ہوا ہے سورہ التحریم میں اس راز کو کھول دیا ہے کہ مومن مریم صفت ہوتا ہے اور پھر اس میں نفخ روح ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے اسی ترتیب سے پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس میں نفخ روح ہوا اب مریم کے حمل سے جیسے مسیح پیدا ہوا۔ جو اسی روح القدس کے نفخ کا نتیجہ تھا اسلئے یہاں خود مسیح بنادیا۔ براہین احمدیہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے ساتھ جو سورۃ تحریم میں بیان ہوئی رکھ کر دیکھو اور پھر اس ترتیب پر غور کرو کہ جو براہین میں رکھی ہے کہ پہلے نام مریم رکھا پھر نفخ روح کیا اور پھر یَا عِیْسٰی کہہ کر پکارا اس آیت کی تفسیر کے لئے بھی دراصل یہی زمانہ تھا زمانہ بھی ایک قسم کی عقیم کی صورت پر ہوتا ہے۔

اور روح اللہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کا تبریہ منظور تھا کیونکہ بعض اولاد میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس واسطے روح اللہ کہہ کر اس الزام کو دور کیا غرض حضرت مریم کے متعلق جس قدر واقعات قرآن شریف میں ہیں وہی الہام یہاں بھی موجود ہیں یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا (مریم : ۲۴) دراصل جس قسم کی گھبراہٹ مریم کو تھی اسی قسم کا جوش اب بھی یہودیوں میں پیدا ہوا ہے اور ایسا ہی اَنّٰی لَکِ ھٰذَا بھی براہین میں درج ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی وفات کی خبر آنے پر الہام

مولوی نذیر حسین دہلوی کے مرنے کی خبر آئی تو زبان پر اس کے لئے جاری ہوا

مَاتَ ضَالٌّ ھَآئِمًا [1]

---

[1] چنانچہ اس الہام سے اس کی وفات کی تاریخ بھی نکلتی ہے مَاتَ ضَالٌّ ھَآئِمًا : ۱۳۲۰ھ

بود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل کنندہ ایں عالم اند یعنی کمال ایں عالم بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم شدہ و ایں معنے ختم نبوت است کہ کسے دیگر نبی نمے شود حتی کہ مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر نبوت او نشود چنانکہ مثال آں دریں دنیا دیدہ بود کہ ہیچ پروانہ سرکاری تصدیق نمے شود حتی کہ مہر سرکاری براو نبود۔ پس ازیں آیت معلوم میشود کہ اللہ تعالیٰ بطور جسمانی نفی ابوت مے فرمائد و بطور روحانی اثبات نبوت میکند بہرحال ایمان باید آورد کہ برکات و افادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاری است۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲)

دریں آیت معنی محبت چیست ایں معنے ہرگز نیست کہ خدا ہر کسے را کہ محبت میکند دریں عالم او را کور مے دارد۔ اگر ایں دوناں را عقل بودے میدانندے۔ انسان ہماں باشد کہ طالب مغز شود نہ کہ پوست ہمہ ابدال طالب مغز شدہ اند ایمان ہمیں است کہ ایشاں میخواہند کہ چشم آنہا بینا شود نہ کہ کور باعث مغضوب شدن اہل اسلام چیست ہمیں کہ از زبان میگویند کہ ایمان آوردیم و در دل ہیچ شیئے نیست و ہمیں معنے ایں آیت است مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

مکالمہ مخاطبہ الٰہی ہوتا رہے اور اس امت میں نہ ہو اور اس امت کی امت موسوی سے مشابہت کہاں ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے تکمیل کرنے والے ہیں یعنی اس عالم کا (روحانی) کمال آپ پر ختم ہو گیا ہے اور یہی معنے ختم نبوت کے ہیں کہ اور کوئی نبی نہیں ہو گا جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اس کی نبوت پر نہ ہو۔ چنانچہ اس کی مثال اس عالم دنیاوی میں ہی دیکھی جا سکتی ہے کسی بھی سرکاری پروانہ کی اس وقت تک تصدیق نہیں ہوتی جب تک اس پر سرکاری مہر نہ ہو۔ پس اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی **ابوت** کی نفی فرماتا ہے اور روحانی طور پر نبوت کا اثبات کرتا ہے بہرحال ایمان رکھنا چاہئے کہ برکات و افادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اس آیت میں محبت کے کیا معنے ہیں؟ یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ خدا جس کسی سے محبت کرتا ہے اس دنیا میں اس کو اندھا رکھتا ہے اگر ان کم ظرف لوگوں کو عقل ہوتی تو جانتے کہ انسان وہ ہوتا ہے کہ جو مغز کا طالب ہو نہ کہ چھلکے کا۔ سارے کے سارے ابدال ہمیشہ طالب مغز ہوئے ہیں۔ ایمان یہی ہے کہ وہ اس بات کے طالب رہیں کہ ان کی آنکھیں بینا ہوں نہ کہ اندھی۔ اہل اسلام کے مغضوب ہونے کا باعث کیا ہے؟ یہی کہ زبان سے کہتے ہیں کہ ایمان لائے اور دل میں کچھ بھی نہیں اور یہی معنے اس آیت

شیشہ کا دوسرے میں انعکاس ہوتا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

اور اس تقابل سلسلہ سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخری سلسلہ کا آخری موعود کس شان کا ہوگا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ آخر آنے والا عظیم الشان ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ٹھہرے۔ اگر یہ قاعدہ اور سنت نہ ہوتی۔ تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اور عظمت باقی انبیاء سابقین پر نہ ہوتی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت دنیا میں عظیم الشان اصلاح چاہتی تھی اس لئے مناسب یہی تھا کہ ان سب سے بڑھ کر آپؐ کی عظمت دکھاوے تا کہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہو۔ دنیاوی حکام بھی جب ایسی مصلحت رکھ لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس مصلحت کو مد نظر نہ رکھتا۔ کبھی حکام دنیا پسند نہیں کرتے کہ آخر میں کسی نالائق کو بھیج دیں اور کہہ دیں کہ گو یہ نالائق ہے مگر اس کی بات مان لو۔ اب ایک شخص جو کل دنیا کی اصلاح کے لئے آنے والا تھا کب ہو سکتا تھا کہ وہ ایک معمولی انسان ہوتا۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے وہ سب ایک خاص خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اس لئے کہ ان کی شریعت مختص القوم اور مختص الزمان تھی۔ مگر ہمارے نبی وہ عظیم الشان نبی ہیں جن کے لئے حکم ہوا کہ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء : ۱۰۸) اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف : ۱۵۹) اس لئے جس قدر عظمتیں آپ کی بیان ہوئی ہیں۔ مصلحت الٰہی کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کیونکہ جس پر ختم نبوت ہونا تھا۔ اگر وہ اپنے کمالات میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ امت میں رہتی۔ کیونکہ جس قدر کمالات اللہ تعالیٰ کسی نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جس قدر کمزور تعلیم وہ لاتا ہے اتنا ہی ضعف اس کی امت میں نمودار ہو جاتا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جس عظمت اور شان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اسی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ تقابل میں بھی وہی عظمت دکھاتا۔ اور ہم ظاہر طور پر دیکھتے ہیں کہ دونوں تعلیموں میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جیسے کہ قرآن شریف حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ہے توریت اور انجیل بالکل ان سے خالی ہے۔ ان کی کل تعلیم قصص کے رنگ میں ہے اور قرآن شریف علوم کا خزانہ ہے۔ ان دونو سلسلوں کا اقتضاء اس وجہ سے بھی تھا کہ چونکہ اسحاقؑ اور اسماعیلؑ دونو بھائی تھے اور دونو میں برکات کی تقسیم مساوی تھیں۔ تصفیہ تقسیم تب ہی

عبدالرحمان صاحب ہیں۔ اگر کوئی جاتا تو گرمیوں میں روانہ ہوتا اور سردیوں میں پہنچتا تھا۔ اس زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر : ۸) کہ جب ایک اقلیم کے لوگ دوسرے اقلیم والوں کے ساتھ ملیں گے[1]۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر : ۱۱) یعنی اس وقت خط و کتابت کے ذریعے عام ہوں گے اور کتب کثرت سے دستیاب ہو سکیں گی۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر : ۵) اس وقت اونٹنیاں بیکار ہوں گی۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں ہزارہا اونٹ آیا کرتے مگر اب نام و نشان بھی نہیں اور مکہ میں بھی اب نہ رہیں گے۔ ریل کے جاری ہونے کی دیر ہے۔

کسوف و خسوف اور شق القمر

پھر عرب صاحب نے کسوف و خسوف رمضان کی نسبت دریافت کیا کہ اس کا ذکر آپ کی کتب میں ہے کہ نہیں؟ فرمایا کہ

یہ ایک پرانا نشان چلا آتا تھا جو اس وقت پورا ہوا ہے۔ براہین احمدیہ میں اس کا ذکر استعارہ کے طور پر ہے۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (القمر : ۳) یہ میرا الہام بھی ہے اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کا تھا۔

(مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے جواب دیا کہ عبداللہ بن عباس کا یہی مذہب ہے)

اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی کہتے ہیں اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ از قسم خسوف تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں

طوفانِ نوح

نوح علیہ السلام کے طوفان کی نسبت فرمایا۔ کہ

قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ کل زمین کی آبادی کو اس وقت تباہ کر دیا تھا۔ صرف نوح (علیہ السلام) کی قوم پر تباہی آئی تھی۔

مماثلت کی حقیقت

ایک شخص نے سوال کیا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب مسیح ناصری کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے ختم نبوت نہیں

---

[1] البدر جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۶؍ جنوری ۱۹۰۳ء

ٹوٹتی؟ فرمایا کہ

مسیح کا یہ دعویٰ کہاں ہے کہ جس طرح ہم اپنے آپ کو امت محمدیہ میں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا شدہ کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی کہا ہو؟ وہ تو حضرت موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے والے تھے اور مماثلت کا سلسلہ چاہتا ہے کہ کوئی اور ہی آوے وہ نہ آویں۔ مماثلت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ بالکل اس کا عین ہو۔ جیسے کسی کو شیر کہیں تو اب اس کے لئے دم تجویز کریں اور پھر گوشت کا کھانا بھی۔ خدا کے کلام میں استعارات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو کہا جائے کہ اس نے ایک رکابی چاولوں کی کھائی تو اس کے یہ معنے نہ ہونگے کہ وہ رکابی کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھا گیا۔

مماثلت میں صرف بعض پہلوؤں میں تشابہ ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ کہا کہ جیسے موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون سے چھڑایا۔ آنحضرت نے بھی اپنی قوم کو طاغوت اور بتوں سے رہائی دلوائی۔ مشابہت میں ہو بہو عین نہیں ہوتا۔ ورنہ وہ تو پھر حقیقت ہوگی نہ کہ مشابہت۔

قادیان

عرب صاحب نے ادھر ادھر غیر آبادی کو دیکھ کر عرض کی کہ یہ صرف حضور ہی کا دم ہے کہ جس کی خاطر اس قدر انبوہ ہے ورنہ اس غیر آباد جگہ میں کون اور کب آتا ہے۔ فرمایا کہ

اس کی مثال مکہ کی ہے کہ وہاں بھی عرب لوگ دور دراز جگہوں سے جا کر مال وغیرہ لاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ (قریش : ۲،۳)

ایک اعتراض کا جواب

لوگوں کے اس اعتراض پر کہ جو شخص لاوارث مرجاتا ہے اس کے وارث مرزا صاحب ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے بہت سے ملک املاک جمع کرتے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ

والد صاحب ایسے دنیاوی کاموں میں مجھے مامور کر دیا کرتے تھے اور ان کے حکم اور رضا مندی کے لئے اکثر مجھے عدالتوں میں بھی جانا پڑتا تھا۔ جب سے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں کیا کسی نے دیکھا ہے کہ ہم نے ان باتوں میں کوئی حصہ لیا ہے۔ حالانکہ ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اگر چاہیں تو لے لیویں۔

آواز کس طرح سنتے ہیں اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ ہر چیز طبعاً اور فطرتاً اللہ تعالیٰ کی مطیع اور تابع فرمان ہے۔

نووارد۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن شریف میں ایسا فرمایا ہے جیسے حضرت ابراہیم کو خلیل فرمایا۔

سب انبیاءؑ کے وصفی نام آنحضرتؐ کو دیئے گئے

حضرت اقدس۔ میں قرآن شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ سب انبیاء کے وصفی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالات متفرقہ اور فضائل مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپ کو ملے۔ قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے چنانچہ فرمایا فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ (البینہ:۴) اور مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ (الانعام:۳۹) ایسا ہی ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ تمام نبیوں کی اقتدا کر۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک امر تو تشریعی ہوتا ہے جیسے یہ کہا کہ نماز قائم کرو یا زکوٰۃ دو وغیرہ اور بعض امر بطور خلق ہوتے ہیں جیسے یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ (الانبیاء:۷۰) یہ امر جو ہے کہ تو سب کی اقتدا کر یہ بھی خلقی اور کونی ہے یعنی تیری فطرت کو حکم دیا کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے اس میں یکجائی طور پر موجود ہوں اور گویا اس کے ساتھ ہی وہ کمالات اور خوبیاں آپ کی ذات میں جمع ہو گئیں۔

آیت خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم

چنانچہ ان خوبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر نبوت ختم ہو گئی اور یہ فرمایا کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب:۴۱) ختم نبوت کے یہی معنے ہیں کہ نبوت کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہو گئے اور آئندہ کے لیے کمالاتِ نبوت کا باب بند ہو گیا اور کوئی نبی مستقل طور پر نہ آئے گا۔

نبی عربی اور عبرانی دونو زبانوں میں مشترک لفظ ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پانے والا اور پیشگوئی کرنے والا۔ جو لوگ براہ راست خدا سے خبریں پاتے تھے وہ نبی کہلاتے تھے اور یہ گویا اصطلاح ہو گئی تھی مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو بند کر دیا ہے اور مُہر لگا دی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا جب تک آپ کی اُمت میں داخل نہ ہو اور آپ کے فیض سے مستفیض نہ ہو وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف نہیں پا سکتا۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ بدوں اس اُمت میں داخل ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے کے بغیر کوئی شرفِ مکالمہ الٰہی حاصل کر سکتا ہے تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔

❖ ❖ ❖

آیت خاتم النبیین حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ نہ آنے پر زبردست دلیل ہے

یہی ایک آیت زبردست دلیل ہے اس امر پر جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ آنیوالا اس اُمت میں سے ہوگا۔ کیونکہ وہ نبی ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوت کا فیضان حاصل کرسکتا ہی نہیں جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ نہ کرے جو صاف لفظوں میں یہ ہے کہ آپ کی اُمت میں داخل نہ ہو۔ اب خاتم النبیین والی آیت تو صریح روکتی ہے پھر وہ کس طرح آسکتے ہیں۔ یا اُن کو نبوت سے معزول کرو اور ان کی یہ ہتک اور بے عزتی روا رکھو اور یا یہ کہ پھر ماننا پڑے گا کہ آنیوالا اسی اُمت میں سے ہوگا۔

نبی کی اصطلاح مستقل نبی پر بولی جاتی تھی مگر اب خاتم النبیین کے بعد یہ مستقل نبوت رہی ہی نہیں۔ اسی لیے کہا ہے ۔

خارقے از ولی مسموع است ٭ معجزہ آں نبی متبوع است

پس اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبوت کا شرف پہلے سے حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوت کو کھو دیں۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبی کو روکتی ہے البتہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے کہ ایک شخص آپ ہی کی اُمت سے آپ ہی کے فیض سے وہ درجہ حاصل کرتا ہے جو ایک وقت مستقل نبی کو حاصل ہو سکتا تھا لیکن اگر وہ خود ہی آئیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ پھر اس خاتم الانبیاء والی آیت کی تکذیب لازم آتی ہے اور خاتم الانبیاء حضرت مسیح ٹھہریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا بالکل غیر مستقل ٹھہر جاویگا کیونکہ آپ پہلے بھی آئے اور ایک عرصہ کے بعد آپ رخصت ہو گئے اور حضرت مسیح آپ سے پہلے بھی رہے اور آخر پر بھی وہی رہے غرض اس عقیدہ کے ماننے سے کہ خود ہی حضرت مسیح آنیوالے ہیں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ختم نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے جو کفر ہے۔

اسکے علاوہ قرآن شریف کی ایک اَور آیت بھی جو صاف طور پر مسیح کی آمد ثانی کو روکتی ہے اور وہ وہی آیت ہے جو کل بھی مَیں نے بیان کی تھی یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (سورۃ المائدۃ : ۱۱۸)

اگر حضرت مسیح قیامت سے پہلے دُنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہ کر انہوں نے کفار اور مشرکین کو تباہ کیا تھا جیسا کہ اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ پھر کیا خدا تعالیٰ کے سامنے ان کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدۃ : ۱۱۸) یا یہ کہنا چاہیئے تھا کہ مَیں نے تو کافروں اور مشرکوں کو ہلاک کیا اور ان کو جا کر اس شرک سے نجات دی کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو خدا نہ بناؤ۔

بھی اتباع ضروری سمجھے۔ حضرت عیسیٰ کا آنا نہ آنا تو امر ہی الگ ہے۔ اس سوال کو پیچھے چھوڑ دو۔ پہلے یہ تو فیصلہ کرو کہ کیا اس اُمت پر بھی وہ برکات اور فیوض ہوں گے یا نہیں؟ جب یہ فیصلہ ہو لے تو پھر عیسیٰ کی آمد کا سوال جھٹ حل ہو سکتا ہے۔

یہ لوگ جن مہلکات میں پھنسے ہوتے ہیں۔ وہ بہت خطرناک مرض ہے اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہو گی کہ اس اُمت کی نسبت باوجود خیر الامم ہونے کے یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل شرفِ مکالمہ سے محروم ہے۔ اور خواہ ساری عمر کوئی مجاہدہ کرتا رہے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا (نعوذ باللہ) جیسے کہدیا جاوے کہ خواہ ہزار ہاتھ تک کھودتے چلو مگر پانی نہیں ملے گا۔ اگر یہ سچ ہے جیسا کہ ہمارے مخالف کہتے ہیں تو مجاہدہ اور دُعا کی کیا حاجت ہے؟ کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ جس کو ممکن الحصُول سمجھتا ہے۔ اسے تلاش کرتا ہے اور اس کے لیے سعی کرتا ہے اور اگر اسے یہ خیال اور یقین نہ ہو تو وہ مجاہدہ اور سعی کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ جیسے ہُمایا عنقا کی کوئی تلاش نہیں کرتا۔ اس لیے کہ سب جانتے ہیں کہ یہ چیزیں ناممکن الحصول ہیں۔ پس اسی طرح جب یہ یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف ملنے کا ہی نہیں اور خوارق اب دیئے ہی نہیں جا سکتے۔ تو پھر مجاہدہ اور دُعا جو اس کے لیے ضروری ہیں۔ محض بیکار ہوں گے اور اس کے لیے کوئی جرات نہ کرے گا اور اس اُمت کے لیے نعوذ باللہ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل: ۷۲) صادق آئے گا اور اس سے خاتمہ کا بھی پتہ لگ جائے گا کہ وہ کیسا ہو گا کیونکہ اس میں تو کوئی شک و شُبہ ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ جہنمی زندگی ہے۔ پھر آخرت میں بھی جہنّم ہی ہو گا اور اسلام ایک جھوٹا مذہب ٹھہرے گا اور نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے بھی اس امت کو دھوکا دیا کہ خیر الامّت بنا کر پھر کچھ بھی اسے نہ دیا۔ اس قسم کا عقیدہ رکھنا ہی کچھ کم بدقسمتی اور اسلام کی ہتک نہ تھی کہ اس پر دوسری مصیبت یہ آئی کہ اس کے لیے وجوہات اور دلائل پیدا کرنے لگے؛ چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ مکالمات و مخاطبات کا اس وجہ سے بند ہو گیا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: ۴۱) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لیے آپؐ کے بعد یہ فیض اور فضل بند ہو گیا مگر ان کی عقل اور علم پر افسوس آتا ہے کہ یہ نادان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ختمِ نبوت کے ساتھ ہی معرفت اور بصیرت کے دروازے بھی بند ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) خاتم النبیین تو کجا نبی بھی ثابت نہ ہوں گے۔ کیونکہ نبی کی آمد اور بعثت تو اس غرض کے لیے ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر ایک یقین اور

لیکن جس کے لیے یہ کہتے ہیں وہ تو پہلے ہی پیغمبر ہے۔ اس کو کونسا موقعہ ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفاضہ کرے۔

مسیح موعود کی نبوت

پھر نبی کے لفظ پر بھی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دعویٰ نبوت ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تو نری لفظی نزاع ہے نبی تو خبر دینے والے کو کہتے ہیں اب جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مخاطبات اور مکالمات ہوتے ہیں۔ اس کا کیا نام رکھا جاوے گا۔ اور یہ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی طفیل اور اتباع کا نتیجہ ہے۔ میں اس کو کفر اور لعنت سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفاضہ کئے بغیر کوئی شخص نبوت کے چشمہ سے حصہ لیتا ہے اور مستقل نبوت کا مدعی ہے۔ یہ نرے دھوکے ہیں جو ان لوگوں کو لگے ہوئے ہیں اور بعض باوجودیکہ اس امر کو بخوبی سمجھتے ہیں لیکن جہلاء اور عوام کو بھڑکانے کے لیے ایسی باتیں کرتے ہیں تاکہ وہ میری کتابوں سے بیزار ہو جائیں اور انہیں پڑھ کر فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

مسیح علیہ السلام کے لیے تجویز کردہ خصوصیات

کاش یہ لوگ سمجھتے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے لیے جو خصوصیتیں تجویز کی ہیں ان کا نتیجہ کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مسِ شیطان سے وہی پاک ہے اور رُوح القدس کے سایہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر وہی گئے ہیں اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ پھر وہی آسمان سے اُترے گا اور قیامت کے قریب آخری قاضی وہی ہوں گے اور پھر یہ بھی خصوصیت کہ دو ہزار برس ہونے کو آئے وہ اب تک آسمان پر ہیں اور کھانے پینے اور دیگر حوائج انسانی کے محتاج نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بھوک سے پتھر پیٹ پر باندھ لیتے مگر ان کو اس کی بھی ضرورت نہیں۔ کوئی اثر زمانہ کا اس پر نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا اثر ہو مسیح پر بالکل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شیب اور پیرانہ سالی کے آثار ظاہر ہوں مگر مسیح ان سے بھی محفوظ۔ اب سوچو اور بتاؤ کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ یقیناً یہی نتیجہ ہوگا کہ انہیں ساری دنیا سے الگ اور نرالا مانا جاوے یا دوسرے الفاظ میں ان کو خدا ہی کہا جاوے اس لیے کہ ایسی خصوصیتیں یقیناً انہیں خدا بناتی ہیں اور عیسائی اس کو پیش کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات جاری ہیں

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دے کر اُن کے الزاموں سے اُن کو بری کیا تھا تاکہ اُن کو زک دے اور پھر اس سلسلہ محمدیہ

تیار کر رہا ہے جو قرآن شریف کی ماننے والی ہوگی۔ ہر ایک قسم کی ملونی اس میں سے نکال دی جائے گی اور ایک خالص گروہ پیدا کیا جاوے گا اور وہ یہی جماعت ہے۔ اس لیے مَیں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کے احکام کے پورے پابند ہو جاؤ اور اپنی زندگیوں میں ایسی تبدیلی کرو جو صحابہ کرامؓ نے کی تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہیں دیکھ کر ٹھوکر کھاوے۔ ہاں مَیں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ افترا اور کذب کے سلسلہ سے الگ ہو جاوے۔ پس تم دیکھو اور منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو دیکھو۔ یہ مَیں جانتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور زمین پر بارش ہوتی ہے تو جہاں مفید اور نفع رساں بُوٹیاں اور پودے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی زہریلی بُوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کا کلام اُتر رہا ہے اور آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ چونکہ ایک سلسلہ حقہ قائم ہوا ہے۔ ضروری تھا کہ اس کے ساتھ جھوٹے مدعی اور مفتری بھی ہوتے ہیں جو اکثروں کو گمراہ کرتے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ سے کشودِ کار کے لیے دُعا کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ ہمارے سلسلہ کی بنیاد نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر ہے۔ پھر اس سلسلہ کی تائید اور تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے آیات ارضیہ اور سماویہ کی ایک خاتَم ہم کو دی ہے۔ یہ بخوبی یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے اسے ایک مُہر دی جاتی ہے اور وہ مُہر محمدی مُہر ہے جس کو ناعاقبت اندیش مخالفوں نے نہیں سمجھا۔

مَیں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوت کو چھوڑتا ہے۔ مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختمِ نبوت کو توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا جس کے پاس وہی مُہرِ نبوتِ محمدی نہ ہو۔ ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختمِ نبوت کی مُہر کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اُتارتے ہیں۔ اور مَیں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور آپ کی ابدی نبوت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود آپ کی امت میں وہی مُہرِ نبوت لے کر آیا ہے۔ اگر یہ عقیدہ کُفر ہے تو پھر مَیں اس کفر کو عزیز رکھتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ جن کی عقلیں تاریک ہو گئی ہیں جن کو نُورِ نبوت سے حصہ نہیں دیا گیا اس کو سمجھ نہیں سکتے اور اس کو کُفر قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ وہ بات

ڈیب اگر دلی کوشش کرتا تو ضرور اس کا اثر لوگوں میں ہوتا کیونکہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

ڈیب اہلِ امریکہ کو کیا کوستا ہے اس کو اپنے دل کو کوسنا چاہیئے۔ اس نے ہمارے سلسلہ کی طرف پوری توجہ نہیں کی بلکہ بدگوئی کے ساتھ ہندوستان سے واپس چلا گیا تھا۔ اس سے تو ہمارے نزدیک عبداللہ کوئلم بدرجہا بہتر ہے جس نے ایک جماعت مسلمانوں کی بنالی ہے۔

فاضل امروہی نے عرض کیا کہ ڈیب کے متعلق حضور نے ایک پیشگوئی کی تھی جبکہ وہ قادیان میں آنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ وہ یہاں نہیں آئے گا اور واپس چلا جاوے گا اور جس بات کے لیے واپس گیا تھا وہ بھی اس کو نصیب نہ ہوئی چنانچہ واپس جاکر نادم ہوا۔

(بوقت عصر)

اہلِ مغرب میں تبلیغ

قبل نماز عصر حضرت اقدس مسجد میں تشریف لائے۔ مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا کہ:۔

اگر اہلِ امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تو وہ معذور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے دلائل نہ پیش کئے جاویں وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔ ہماری صداقت کے دلائل و حقیقتِ اسلام پر ایک مستقل کتاب انگریزی میں چھاپ کر ان کو پیش کی جاوے۔ جن باتوں کو ہمارے مخالف مسلمان ان کے آگے پیش کرتے ہیں ان میں بہت غلطیاں ہیں۔ مثلاً حیاتِ مسیح، مسئلہ ختمِ نبوت، مکالماتِ الٰہی کے متعلق اس زمانہ کے مسلمانوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل کی تنقیح اور ہمارے سلسلہ کے دلائل صداقت لکھے جاویں۔

ڈیب نے ایک چٹھی لکھی کہ جو معجزات اب پیش کئے جاتے ہیں ان پر سب ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان سب باتوں کے لیے ایک مستقل کتاب جامع ہو جس میں یہ سب مضمون لکھے جاویں۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ صفحہ ۹ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء

بدر سے:۔ "مولوی محمد علی صاحب کو بُلا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

ہم چاہتے ہیں کہ یورپ امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آجکل جو ان ملکوں میں اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)